مخزن نکات

یعنی

تذکرۂ شعراے اردو، تصنیف شیخ محمد قیام الدین ’قائم‘

مع

مقدمہ و انتخاب کلام ’قائم‘

مرتبہ

مولوی عبدالحق صاحب بی۔اے سکرٹری انجمن ترقی اُردو

سنہ ۱۹۲۹ ع

انجمن ترقی اُردو کے مطبع اُردو باغ اورنگ آباد دکن

میں چھپا

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

اپنے اُن مہربان معاونین کی فہرست مرتب کر رہی ہے
جو اس بات کی عام اجازت دیدیں کہ آئندہ جو کتاب انجمن
سے شائع ہو، وہ بغیر اُن سے دوبارہ دریافت کئے تیار ہوتے ہی
اُن کی خدمت میں بذریعہ وی - پی روانہ کردی جایا کرے -
ہمیں اُمید ہے کہ قدر دانان زبان اُردو ہمیں عام طور پر اس
قسم کی اجازت دیدیں گے کہ اُن کے اسمائے گرامی اس فہرست
میں درج کرلئے جائیں اور انجمن سے جو نئی کتاب شائع ہو
فوراً بغیر دوبارہ دریافت کئے روانہ کردی جایا کرے۔
یہ انجمن کی بہت بڑی مدد ہوگی اور آئندہ اسے نئی نئی
کتابوں کے طبع کرنے میں بڑی سہولت ہوجائے گی - ہمیں
اُمید ہے کہ ہمارے معاونین جو اُردو کی ترقی کے دل سے
بھی خواہ ہیں، اس اعانت کے دینے میں دریغ نہ فرمائیں گے —
اِن معاونین کی خدمت میں کُل کتابیں جو آئندہ سے شائع
ہوں گی وقتاً فوقتاً چوتھائی قیمت کم کرکے روانہ ہوں گی —

انجمن ترقی اُردو - اورنگ آباد (دکن)

مقدمہ

• شیخ محمد قیام الدین (قائم) چاند پور ضلع بجنور کے رہنے والے تھے- ان کا نام مختلف تذکرہ نویسوں نے کسی قدر اختلات سے لکھا ہے۔ مثلاً میر صاحب اپنی (نکات الشعرا) میں اور میر حسن اپنے تذکرے میں محمد قائم لکھتے ہیں- علی ابراہیم اور 'لطف' نے بھی اسی کی تقلید کی ہے - مصحفی نے قیام الدین علی لکھا ہے - کردیزی بھی محمد قائم ہی لکھتا ہے - کمال اور کارسان دتاسی قائم الدین بتاتے ہیں - لیکن اصل نام محمد قیام الدین ہی ہے' جیسا کہ خود انھوں نے اس تذکرے کے شروع میں لکھا ہے - میر صاحب اور مصحفی ان سے ذاتی طور پر واقف تھے --

اگرچہ 'قائم' چاند پور کے رہنے والے تھے' لیکن ملازمت کے سلسلے میں ''بدوشعور'' سے اُن کا رہنا دلی میں ہوا- شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں وہ شاہي توپ خانے کے داروغہ ہوگئے - چنانچہ یہ تذکرہ بھی اُسی زمانے میں لکھنا شروع کردیا تھا ... کہ ا... کا قیام دلی میں تھا - جب وہ دلی پہنچے ہیں تو میر تقی' خواجہ میر درد' ... سودا وغیرہ جیسے باکمال اُستاد وہاں موجود تھے اور اردو شاعری شباب پر تھی - کہتے ہیں کہ ابتدا میں خواجہ میر درد سے اصلاح لی مگر کچھہ دنوں بعد مرزا رفیع السودا کے تلمذ کا شرف حاصل کیا - آزاد آب حیات میں لکھتے ہیں کہ ''یہ اول شاہ ہدایت کے شاگرد ہوے' اُن سے

ایسی بگڑی کہ ہجو کہی - تعجب یہ ہے کہ شاہ موصوف باوجودیکہ حد سے زیادہ خاکساری طبیعت میں رکھتے تھے مگر انھوں نے بھی ایک قطعہ اُن کے حق میں کہا - پھر خواجہ میر درد کے شاگرد ہوے' اُن کے حق میں بھی کچھ سن کے الگ ہوے - پھر مرزا کی خدمت میں آے اور اُن سے پھرے'مرزا تومرزا تھے' انھوں نے سیدھا کیا'' اگرچہ اس تذکرے میں انھوں نے میاں ہدایت اللہ 'ہدایت' اور خواجہ میر درد دونوں کی بہت تعریف کی ہے اور کہیں ملال کا اظہار نہیں کیا' لیکن اپنی شاگردی اور مشورے کا بھی ذکر نہیں کیا - البتہ ان کادیوان دیکھنے پر ایک غزل میں یہ اشعار نظر آئے جن سے آزاد کے قول کی تصدیق ہوتی ہے-

حضرت درد کی خدمت میں مہر ا... نے*
عرض کی یوں کہ اے اُستاد زماں سنتے ہو
امر ہووے تو ہدایت کو کروں میں سیدھا
واں سے ارشاد ہوا یہ کہ میاں سنتے ہو
راست ہوتے ہیں کسو سے بھی کبھی کج طینت
تیر بنتی ہے کہیں شاخ کماں سنتے ہو

مرزا کے حال میں بھی اگرچہ اپنی شاگردی کا اشارہ نہیں کرتے' مگر ذکر اس طرح سے کیا ہے جو ایک سعادت مند شاگرد کے شایاں ہے - اور اپنی غزل کے ایک مقطع میں تو صاف صاف اس کااقرار کیا ہے :-

(قائم)یہ فیض حضرت (سودا) ہے ورنہ میں
طرحی فزل سے (مہر) کے آتا تھا بر کہیں

* اصل نسخے میں اسی طرح لکھا ہے یہاں کئی لفظ رہ گیا ہے -

لیکن کچھ عرصے بعد جب امور سلطنت میں اختلال پیدا ہوا اور امن و امان اور فارغ البالی جاتی رہی تو وہ باکمال بھی جن کی بدولت دلی دلی تھی، ایک ایک کرکے رخصت ہونے لگے اور وہ صحبتیں جو شعر و سخن کی جان تھیں، خواب و خیال ہوگئیں - قائم بھی دل برداشتہ ہوکر وطن چلے آئے اور کچھ دنوں ٹانڈے میں نواب محمد یار خاں کی سرکار میں بسر کی - مصحفی بھی اُن دنوں اسی سرکار کے متوسل تھے - دونوں کی ملاقات یہیں ہوئی - مصحفی لکھتے ہیں کہ اُس وقت وہ لباس درویشی میں تھے - نواب بڑی فیاضی سے اہل علم کی سرپرستی کرتے تھے اور شعر و سخن سے خاص ذوق رکھتے تھے - چنانچہ قائم نے اپنی غزل کے ایک مقطع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے :-

تجھ کو قائم رکھے اللہ بہت سا اے 'امیر'

مجتمع سایہ میں ہیں جس کے سخنداں اقثے

امیر، نواب محمد یار خاں کا تخلص تھا - تین ماہ سے زیادہ نہ رہنے پائے تھے کہ یہاں وہی انقلاب رونما ہوا، جو ہندوستان میں اس وقت ہرجگہ بپا تھا - قائم مجبور ہوکر رام پور چلے گئے اور نواب فیض اللہ خاں والیٔ رام پور کے بھتیجے احمد یار خاں نے اُن کی کچھ تنخواہ مقرر کردی اور فوجی خدمت انجام دیتے رہے - لیکن اس تنخواہ میں ان کی بسر نہ ہوتی تھی، جب زیادہ پریشان ہوے تو لکھنؤ پہنچے اور راجہ ٹکیت رائے سے اپنے وطن کے عامل کے نام شقہ، اور پروانے حاصل کئے تاکہ اپنی قدیمی ملک اور یومیہ بحال کرائیں - اس میں

انہیں کامیابی ہوئی مگر رام پور پہنچتے ہی اجل نے آلیا اور سنہ ۱۲۰۸ھ میں انتقال کرگئے -

ان کے سنہ وفات میں بہت اختلاف ہے - مصحفی نے وفات کا کوئی سنہ نہیں لکھا ، صرف اتنا لکھا ہے کہ رام پور سے انتقال کی خبر پہنچی - مصحفی کا تذکرہ ۱۲۰۷ — ۱۲۰۸ھ میں لکھا گیا ہے - علی ابراہیم (اور لطف) فیلن اور کریم الدین نے سنہ ۱۲۱۰ھ بتایا ہے - 'شیفتہ' اور بعض اور تذکرہ نویسوں نے بھی اسی کو نقل کر دیا ہے - گارساں دتاسی نے سنہ ۱۲۰۷ھ لکھا ہے - 'جرأت' نے 'قائم' کے انتقال کی تاریخ اس شعر سے نکالی ہے :—

جرات نے کہی یہ رو کے تاریخ وفات — یکتائی کے ساتھ

'قائم' بنیاد شعر ہندی تر ہی — کہا کہئے اب آہ

اس مصرع سے سنہ ۱۲۰۸ھ ہی نکلتے ہیں اور یہی صحیح ہے —

'قائم' کی شاعری کی سب تذکرہ نویسوں نے تعریف کی ہے اور اکثر نے میر و مرزا کے بعد اسی کو مانا ہے - بعض تو اسے 'سودا' سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں - مصحفی لکھتے ہیں :—

"در پختگئی کلام و چستی مصراع غزل و رویۂ قصیدہ و مثنوی وغیرہ موافق رواج زمانہ دوش بدوش استاد راہ می رود، بلکہ در بعضے مقام غلبہ می جوید" —

علی ابراہیم یا لطف کہتے ہیں :—

"سچ تو یہ ہے کہ بعد سودا اور میر کے کسی

ریختہ گو کی نظم کا نہیں یہ اسلوب ہے ، راقم
آثم کو تو طور گویائی کا اس سخن آفریں کے
نہایت مرغوب ہے " —

آزاد کی رائے ہے کہ

" ان کا دیوان ہرگز میر و مرزا کے دیوان سے
نیچے نہیں رکھہ سکتے مگر کیا کیجے کہ قبول عام
کچھہ اور شے ہے ، شہرت نہ پائی" —

میر ' حسن ' فرماتے ہیں کہ

"طرزش بطرز طالب آملی میماند۔مثنوی ہابسیار
گفتہ و بسے در ہاے معانی سفتہ کہ کسےکم گفتہ"۔

کریم الدین (فیلن) کی رائے ہے کہ

" عجب طرح کا شاعر خوش گفتار ، بلند مرتبہ'
موزوں طبع' عالی مقدار ہے کہ اس کی برابری
اچھے اچھے شاعر نہیں کر سکتے .... بعض بعض
آدمی جو کہ اس کو ' سودا ' سے بہتر کہتے ہیں'
حق یہ ہے کہ سچے ہیں اور بعضے کم مایہ اور
بے استعداد جو اس کو برابر ' سودا ' کے گنتے ہیں
خیال سودا اور دیوانگی کا کرتے ہیں "—

بخلاف اس کے شیفتہ کی رائے میں اِنہیں ' سودا ' کا ہم پلہ
سمجھنا سودا ہے۔ البتہ وہ ان کے قطعات و رباعیات کی
بہت تعریف کرتے ہیں —

اس میں شک نہیں کہ ' قائم ' بہت بڑا شاعر ہے ' لیکن اسے
میر و مرزا کا ہم رتبہ کہنا سراسر نا انصافی ہے۔ اس کا

کلام ہر صنف میں موجود ہے - غزلی ، رباعی ، قطعہ ، مثنوی ، قصیدہ ، ترکیب بند ، تاریخ سب کچھ کہا ہے - ہجو کہنے اور فحش بکنے میں وہ اپنے استاد کے ہم پلہ ہے - متعدد مثنویاں لکھی ہیں ، جن میں بعض قصے سلیقے سے نظم کئے ہیں ، قصیدوں میں بھی زور پایا جاتا ہے —

اکثر تذکرہ نویسوں نے اُن کے تذکرۂ شعرا کا ذکر کیا ہے ، جو اب تک نایاب تھا اور اب شائع کیا جا تا ہے - ' قائم ' کا دعوی ہے کہ اس سے قبل کوئی تذکرہ شعرائے ریختہ کے بیان میں نہیں لکھا گیا - یہ دعویٰ صحیح نہیں معلوم ہو تا کیونکہ اس سے دو چارسال قبل میرتقی میر اور علی الحسینی الکردیزی نے اپنے تذکرے لکھے تھے ، معلوم ہوتا ہے کہ 'قائم ' کو ان تذکروں کی اطلاع نہ تھی ، لیکن ڈاکٹر شپرنگر کا یہ کہنا کہ 'قائم ' نے جو اقتباسات ریختے کے شاعروں کے دیے ہیں ، وہ وہی ہیں جو کردیزی کے تذکرے میں پائے جا تے ہیں ، صحیح نہیں ہے - دونوں تذکرے ہمارے سامنے ہیں ، اشعار کے انتخابات اور حالات دونوں مختلف ہیں —

خواجہ اکرم نے اس تذکرے کے لئے ایک قطعۂ تاریخی لکھا تھا جس میں مادۂ تاریخ "مخزن نکات" تھا ، 'قائم ' کو یہ مادہ پسند آیا اور تذکرے کا یہی نام رکھ دیا - اس سے سنہ تالیف ۱۱۶۸ ھ نکلتا ہے - اس میں 'قائم ' سمیت ۱۱۴ شعرا کا تذکرہ ہے - اگرچہ یہ تذکرہ مختصر ہے ، مگر بعض حالات کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہے - قائم نے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے - طبقۂ اول میں متقدمین کا ، طبقۂ دوم میں متوسطین کا اور

طبقۂ سوم میں متاخرین کا ذکر ہے - اگرچہ میر تقی میر نے بھی اپنے تذکرۂ نکات الشعرا میں دکن کے شعرا کا ذکر کیا ہے' لیکن قائم نے اس کا زیادہ اہتمام کیا ہے - چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

"باید دانست کہ چوں فن ریختہ درآں وقت از محل اعتبار ساقط بود ' بناءاً علیہ ہیچ کس بر تو غل آں اقدام نمی نمود ' ایں دوسہ چار بیت کذائی کہ بنام اساتذۂ معتبر مرقوم است اغلب کہ منشاے نظمش ہزلے بیش نباشد' اما بعد ازیں بسمت بلاد دکھن در عہد عبداللہ قطب شاہ کہ با سخنوراں بہ صحبت و مواسا پیش می آمد' ریختہ گفتن بزبان دکھنی بسیار رواج گرفت" —

اگر چہ عبداللہ قطب شاہ کے عہد سے اس کی ابتدا قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ اس سے قبل سلطان قلی قطب شاہ اور محمد قلی قطب شاہ خود بڑے شاعر گزرے ہیں' تا ہم 'قائم' نے دکھنی ریختے کو خاص اہمیت دی ہے - اگرچہ وہ اس شاعری کے زیادہ قائل نہ تھے ' چنانچہ ان کا شعر مشہور ہے:—

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ

ایک بات لچر سی بزبان دکنی تھی

قائم نے طبقۂ اول کی ابتدا شیخ سعدی شیرازی سے کی ہے اور لکھا ہے کہ اس پر جمہور کا اتفاق ہے کہ جب شیخ سعدی گجرات میں تشریف لاے اور جیسا کہ 'بوستاں' میں مذکور ہے سومنات کی مجاوری تو یہاں زبان سے واقفیت حاصل کر کے ایک دو غزلیں ریختے میں لکھیں - اگر چہ یہ صحیح نہیں

معلوم ہوتا ، لیکن سعدی کے نام سے جو ایک مشہور غزل فارسی اردو کی ملی جلی چلی آرہی ہے ، اس کی نسبت عام طور پر یہی خیال تھا کہ شیخ سعدی شیرازی کی تصنیف ہے۔ میر صاحب نے اپنے تذکرے میں اس خیال کی تردید کی ہے۔ سعدی کے بعد امیر خسرو کا ذکر کیا ہے اور پھر دوسرے قدیم شعرا کا۔

ہر طبقے کے شروع میں اُس طبقے کے شعرا کی خصوصیات کا مختصر ذکر کردیا ہے اور اُن کی رائے اس بارے میں بہت خوب اور صائب ہے۔ بعض بعض شعرا کے کلام کے متعلق بھی رائے کا اظہار کیا ہے لیکن یہ بہت کم ہے۔ اس خصوص میں میر صاحب کے تذکرے کو فوقیت حاصل ہے۔ بیان صاف اور سیدھا ہے ، عبارت آرائی اور تشبیہ و استعارہ سے کم کام لیا ہے۔ تذکرے کے آخر میں قائم نے اپنا ذکر بھی مختصر طور پر کیا ہے ، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ "ہر چند از باشندگان قصبۂ چاندپور است اما از بدو شعور تاایں حال بتوسل نوکری بادشاہی بدارالخلافت شاہجہاں آباد گذرا ندہ "۔ اس سے زیادہ اس تذکرے میں ان کے حالات کے متعلق کچھ نہیں ملتا۔ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ دہلی سے رخصت ہونے سے قبل ہی یہ تذکرہ تحریر میں آگیا تھا ، کیونکہ اس کے بعد ہی وہ لکھتے ہیں کہ شاہی انتظام میں خلل آجانے کی وجہ سے میں نے سفر کا ارادہ مصمم کرلیا تھا ، لہذا فرصت کو غنیمت سمجھ کر ان حالات کو قلم بند کرنا شروع کردیا۔

قائم کی شاعری کے ساتھ یہ تذکرہ بھی بلا شبہ قابل قدر ہے اور اس سے اردو شعرا کے حالات اور کلام کے متعلق بصیرت

حاصل ہوتی ہے —

قائم نے اپنے تذکرے کے ساتھہ اپنے کلام کا انتخاب بھی دیا ہے ' لیکن یہ انتخاب بہت ہی کم ہے اور وہ بھی الف کے چند شعر ہیں - اس لئے ہم یہاں اس کے کلام سے کچھہ اور اشعار بھی درج کرتے ہیں تا کہ سخن فہم اُس کے کلام کی خوبی کا اندازہ کر سکیں—

لیکن انتخاب سے قبل ایک بات میں اور کہناچاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض نظمیں سودا اور قائم دونوں کے کلیات میں مشترک پائی جاتی ہیں- مثلاً موسم سرما کے ہجو میں جو مثنوی ہے اور جس کا مطلع یہ ہے :—

سردی اب کے برس ہے اتنی شدید
صبح نکلے ہے کانپتا خورشید

دونوں کے کلیات میں بے کم و کاست درج ہے - لیکن یہ نظم غالباً سودا کی ہے کیونکہ اسی کے ساتھہ کی دوسری مثنوی موسم گرما کے ہجو میں موجود ہے- لیکن میر حسن کے تذکرے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے 'قائم' ہی کی مثنوی خیال کرتے ہیں - ایک اور طویل عشقیہ مثنوی جس کا پہلا شعر یہ ہے :—

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل تب دل دے بقدر خواہش دل

لطف یہ ہے کہ مثنویوں کے آخر میں سودا کے کلیات میں سودا کا اور قائم کے کلیات میں قائم کا تخلص موجود ہے - اس سے صحیح فیصلہ کرنا اور بھی دشوار ہوجاتا ہے - مگر ہمارا قیاس یہ ہے کہ یہ مثنوی قائم ہی کی ہے جو غلطی سے سودا کے کلیات میں درج ہوگئی ہے - اسی طرح اور کئی مثنویاں

جن میں چھوٹے چھوٹے قصے اور حکایتیں منظوم کی ہیں دونوں کے کلام میں مشترک پائی جاتی ہیں —

انتخاب

قائم کے پہلے تین شعر عام طور پر مشہور ہیں اور بہت مقبول ہوے ہیں :-

درد دل کچھہ کہا نہیں جاتا آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا

*کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جاے غم ہے شیخ
کچھہ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا

قسمت کو دیکھہ ٹوٹی ہے جاکر کہاں کمند
کچھہ دور اپنے ہاتھہ سے جب بام رہ گیا
نے تجھہ پہ وہ بہار رہی اور نہ یہاں وہ دل
کہنے کو نیک و بد کے ایک الزام رہ گیا

اٹھہ جاے گر یہ بیچ سے پردہ حجاب کا
دریا ہی پھر تو نام ہے ہر ایک حباب کا
کیوں چھوڑتے ہو درد تہ جام سے کھو
ذرہ ہے یہ بھی آخر اسی آفتاب کا
ایسی ہوا میں پاس نہ ساقی نہ جام ہے
رونا بجا ہے حال یہ تھہرے سحاب کا
اس دشت پرسراب میں بھٹکے بہت پہ حیف
دیکھا تو دو قدم پہ ٹھکانا تھا آب کا

پھر کے جو وہ شوخ نظر کر گیا تیر سا کچھہ دل سے گزر کر گیا
خاک کا سا ڈھیر سر رہ ہوں میں قافلۂ عمر سفر کر گیا

* (ن) ٹوٹا جو کعبہ کون یہ —

چھپ کے ترے کوچے سے گزرا موں لیک ‏ نالہ ایک عالم کو خبر کر گیا

تا بفلک نالہ تو پہنچا تھا رات ‏ میں ہی کچھہ اللہ کا ڈر کر گیا

پوچھہ نہ قائم کٹی کیونکر عمر ‏ جوں ہوا یک چند بسر کر گیا

فلک جو دے تو خدائی تو لے نہ اب 'قائم'

وہ دن گئے کہ ارادہ تھا بادشاہی کا

بے دماغی سے نہ اس تک دل رنجور گیا

مرتبہ عشق کا یہاں حسن سے بھی دور گیا

برنگ طائر نو ہم اسیر اے صیاد

وہ ہیں کہ جن کا گلوں بیچ آشیانا تھا

معاملہ یہ ہے دل کا اسے کہے کا وہ کیا

پیامبر کے ہمیں آپ ساتھہ جانا تھا

یہ سچ کہ جھوٹ ہے دعوائے دوستی لیکن

کبھی ہمیں بھی تو اک بار آزمانا تھا

رہبر فرقۂ اسلام رہا ساری عمر

حیف پر یہ ہے کہ میں آپ مسلماں نہ ہوا

دیکھہ مجکو کہ سلیماں کا دیا زور سجے

ایک چیونٹی سے یہ میں دست و گریباں نہ ہوا

تھا گل تازہ میں پر حیف کہ بخت بد سے

زینت گوشۂ دستار عزیزاں نہ ہوا

ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر
روٹھا تھا تجھ‌سے آپ ہی اور آپ ہی من گیا

کچھ آج دل پہ یہ وحشت کا رنگ ہے صیاد
ترے قفس سے چمن مجھ پہ تنگ ہے صیاد
گرفتہ طبع جو مجھ‌سا چھٹتا قفس سے تو کیا
رہائی جس کی اسیری کا ننگ ہے صیاد
نہ گل بچا نہ بلبل چمن میں نغمہ سرا
مری خلاصی میں اب کیا درنگ ہے صیاد
قفس کی تنگی سے میں ہی نہ تنگ ہوں 'قائم'
مری بھی تنگی، حالت سے تنگ ہے صیاد

کی کس کی نگاہوں نے یہ تاثیر ہوا پر
چلتی ہے جو یہ برق سی شمشیر ہوا پر
جی میں ہے، میاں آج نگہ کی تری تو یعنی
کیجے قلم برق سے تحریر ہوا پر
مت قصر کو ہستی کے گرا، دیکھ کہ غافل
مانند حباب اُس کی ہے تعمیر ہوا پر
کب بند ہوں برنگ تعلق میں سبک روح
کھنچتی ہے کوئی رنگ سے تصویر ہوا پر

بے شغل نہ زندگی بسر کر — گر اشک نہیں تو آہ سر کر
دے طول امل نہ وقت پیری — ہوئی صبح فسانہ مختصر کر
کچھ طرفہ مرض ہے زندگی بھی — اس سے جو کوئی جیا سو مرکر

نہیں کھٹتا میں دل ترک تمنا یہ جتنی ہو سکے اتنی ہوس کر
فریب باغباں پر ہو کے غافل نہ اے بلبل اٹھے خاروخس کر
بہار عمر ہے "قائم" کوئی دن اسے جوں گل پیارے کاٹ ہنس کر

ہے یہ اگر ایسی ہی جو اپنی کشش دل
جی لے ہی کے چھوڑے گی یہ ایک دن خلش دل
تھا نہو مجھے آمد میں کوئی اس کی کہ فاقہ
لیے جائے نہ گھر سے کہوں باہر طپش دل
زہر آب و ہلاہل سے جو کچھ کام نہ نکلا
دے کر کے میں کی خون جگر پرورش دل
کس طرح کوئی گذرے ترے رہ سے پیارے
ہر گام پر اس کوچے میں ہے چھقلش دل
ہاتھوں سے دل و دیدہ کے آیا ہوں بہت تنگ
آنکھوں کو رووں یا میں کروں سرزنش دل

اب کے جو یہاں سے جائیں گے ہم پھر تجھکو نہ منہ دکھائیں گے ہم
مشکل ہے نہ آنا تجھ گلی سیں پر یہ بھی سہی نہ آئیں گے ہم
جو آگے کہا کئے ہیں تجھ سے سو اب کے وہ کر دکھائیں گے ہم
ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا ٹک دور سے دیکھ جائیں گے ہم
آزردہ ہو غیر سے ' لو یہاں اس عہدے سے بر نہ آئیں گے ہم
گرزیست ہے تجھ تلک تو پھر کیا صدقے ترے سر ہی جائیں گے ہم
جوں چاہئے چاہ کا سر شتہ جیتے میں تو کر دکھائیں گے ہم
اس پر بھی اگر ملیں گے تو خیر "قائم" ہی نہ پھر کہائیں گے ہم

' قائم ' جگہ ہے رونے کی یہ حالت تھا ؟

اس صحن گلستاں کے وہ ہیں دل فگار ہم
کھٹکا صبا کے پانوؑں کا سن کر برنگ بو
آغوش گل میں ہوتے تھے نت بے قرار ہم
کیا جانتے تھے ہم کہ یہ اک دن بہے گی باو
اس مرتبہ کو ہو ئیں گے بے اقتدار ہم

میرا سا لب و لہجہ کہاں مرغ چمن میں
گل کتروں ہوں سورنگ کے میں طرز سخن میں
غربت میں مرا حال جو دیکھے ہے تو قاصد
زنہار نہ کہیو اسے یاران وطن میں

ایک جا کہ یہ نہیں ہے مجھے آرام کہیں
ہے عجب حال مرا صبح کہیں شام کہیں
پائے دیوار سے پھر میری طرح وہ نہ اٹھا
جس نے دیکھا تجھے یک بار سر بام کہیں
عذر تقصیر بھی چاہوں گا میں اس سے اے دل
تک تو خاموش ہو دینے سے وہ دشنام کہیں
عزم کعبے کا تو ' قائم ' تو کیا ہے لیکن
رھن سے کیجو نہ وہاں جامۂ احرام کہیں

ایک آب و تاب مہ و آفتاب رکھتے ہیں
یہ روکشی کی تری کب وہ تاب رکھتے ہیں

زبان عشق شکایت سے لال ہے ورنہ
ہم ایک گلے کے ترے سو جواب رکھتے ہیں

حسن معنی چاہئے تزئین ظاہر ہیچ ہے
کیا کرے اس گل کو لے کے کوئی کہ جس میں بو نہیں
مدتوں اہل حرم پر حکم رانی کی ہے یہاں
کیا ہوا گر بت کدے میں آج ہم کو رو نہیں
خو پرو دو دن کسی کے ساتھہ کر لیں اختلاط
پر جو یہ چاہو کہ یہ ہوویں کسو کے سو نہیں
وضع دوراں کو خوشامد دوست ہے 'قائم' تو ہو
ہر کس و ناکس سے دب چلنا یہ اپنی خو نہیں

ہم سری اس قد رعنا سے ہے اے سرو غلط
تو بھی ہرچند ہے موزوں پہ یہ انداز کہاں
دل سے رخصت ہو بس اے خواہش گلگشت کہ اب
تاب رفتار کدھر' طاقت پرواز کہاں
ہمت عشق نہ ہو حسن خط و خال میں بند
صید ہر مور و مگس ہوتے ہیں شہباز کہاں
'قائم' اس باغ میں بلبل تو بہت ہیں لیکن
دل کُھلے نالے سے جس کے وہ ہم آواز کہاں

پھر اس کے کہ خوب روئیگے' اور غم دل کا کوئی علاج نہیں
اب بھی قیمت ہے دل کی گوشۂ چشم اتنی یہ جنس بے رواج نہیں

کرنہ جرات تو اے طبیب کہ یہ دل کا درد کا ہے اختلاج نہیں
دو جہاں بھی ملے تو بس ہے ہمیں یہاں کچھہ اتنی تو احتیاج نہیں

مجلس مے سے مشابہ ہے خرابات جہاں
جان کر یہاں جو نہو مست وہ ہشیار نہیں
مے کی توبہ کو مدت ہوی قائم لیکن
بے طلب اب بھی جو مل جاے تو انکار نہیں

جو کوی در پہ ترے بیٹھے ہیں دونوں عالم سے پھرے بیٹھے ہیں
جوں نم اشک تو کس سے ہے خفا یہاں کوی پل میں گرے بیٹھے ہیں
درد دل کیونکر کہوں میں اس سے ہر طرف لوگ گھرے بیٹھے ہیں

کہاں کا غرۂ شوال کیسا عشرۂ ذی حج کا
ہمیں ساقیہ آے ہے جس دن ہم اُس دن عید کرتے ہیں
مزاج خس ہے اہل عشق کا جلنے کے عالم میں
جلاتا ہے جو اُن کو اس کی یہ تائید کرتے ہیں
یہ کاسہ سر تلے رکھے جو میخانوں میں سوتے ہیں
جسے چاہیں اُسے اک جام میں جمشید کرتے ہیں
جنہیں کچھہ سلسلہ میں عشق کے تحقیق حاصل ہے
وہ کب مجنوں سے ہر گمراہ کی تقلید کرتے ہیں
نہ جانے کہئے کس قالب میں 'قائم' درد دل اُس سے
نہیں بنتی زباں سے دل میں جو تمہید کرتے ہیں

نہ دل بھرا ہے نہ اب نم رہا ہے آنکھوں میں
کبھو جو روئے ہیں خوں جم رہا ہے آنکھوں میں
میں سرجھکا ہوں پہ تھوڑے ہی دیکھنے کے لیے
حباب وار تُنک دم رہا ہے آنکھوں میں
وہ محو ہوں کہ مثال حباب آئینہ
جگر سے اشک نکل تھم رہا ہے آنکھوں میں

جوں شمع دم صبح میں یہاں سے سفری ہوں
تک منتظر جنبش باد سحری ہوں
جاتا ہوں میں جیدھر کو وہ منہ پھیرے ہے مجھ سے
گویا کہ میں گرد قدم رہ گذری ہوں
نے گریۂ شب ہوں میں نہ آہ سحری ہوں
جوں بانگ جرس نیم نفس بے اثری ہوں
دیکھا نہ میں جز سایۂ بازوے شکستہ
جرماں زدہ جوں حسرت بے بال و پری ہوں
میں پیرہن اپنے میں سماتا نہیں جوں گل
جس وقت سے آمادہ پئے جامہ دری ہوں
سو خضر سے کم حوصلہ وہاں جی سے گئے ہیں
جس دشت خطرناک کا میں رہ گذری ہوں
جوں سرو رکھا سنگ جفاسے مجھے آزاد
مرہون تیرا جی سے میں اے بے ثمری ہوں

خوش رہ اے دل اگر تو شاد نہیں   یہاں کی شادی پہ اعتماد نہیں

تا کجا امتحان صبر کہ شوخ — دل ہے آخر یہ کچھ جماد نہیں
سچ میں سارے کمال حضرت شیخ — لیک دل کو کچھ اعتقاد نہیں
میں کہا عہد کیا کیا تھا رات — ہنس کے کہنے لگا کہ یاد نہیں
ہوجئے کس سے داد خواہ بتاں — اس ستم کی جہاں میں داد نہیں
یار اگر چاہتا ہے دے 'قائم' — جان کچھ دل سے تو زیاد نہیں

جوں شیشہ بھرا ہوں مے سے لیکن — مستی سے میں اپنی بے خبر ہوں
جو کہئے سو یہاں سے ہے فروتر — کیا جانے میں کس مقام پر ہوں

کونسا دن کہ مجھے اس سے ملاقات نہیں
لیک جی چاہے ہے جوں ملنے کو وہ بات نہیں

ہوس ہے عشق کی اہل ہوا کو ہم تو میاں
ملے سے نام محبت کا زرد ہوتے ہوں

بہت ہیں ناصحا ہم سے زخود رفتوں کی تدبیریں
رکے ہے بصر کب تم سے ہوں لاکھ زنجیریں
ہماری آہ سے آگے تو پتھر موم ہوتے تھے
یہ کیا جانے وہ اب کیدھر گئیں نالے کی تاثیریں
گریباں کی تو 'قائم' مدتوں سمجھیں اڑائی میں
یہ خاطر جمع اس دن ہوے جب سینے کو ہم چیریں

آوے خزاں چمن کی طرف گر میں رو کروں
غنچہ کرے گلوں کو صبا گر میں بو کروں
'قائم' یہ جی میں ہے کہ تعبد سے شیخ کی
اب کے جو میں نماز کروں بے وضو کروں

یوہیں رنجش ہو اور گلا بھی یوہیں
ہو چے ہر بات پر خفا بھی یوہیں
کچھہ نہ ہم کو ہی بھاگیا یہ طور
واقعی یہ کہ ہے مزا بھی یوہیں
صید کنجشک سے نہ ہاتھہ آتھا
آکے پھنس جاتے ہے ہما بھی یوہیں
کیوں نہ روؤں میں دیکھہ خندۂ گل
کہ ہنسے تھا وہ بے وفا بھی یوہیں

نگاہوں سے نگاہیں سامنے ہوتے ہی جب لڑیاں
یکایک کھل گئیں دونوں طرف سے دل کی پھر کلیاں*

کمال جگ میں سزاوار ناز ہے یہ سچ
یہ ناز کرنے کو انساں میں کچھہ کمال بھی ہو

عاشق نہ تھا میں بلبل کچھہ گل کے رنگ و بو کا
ایک اُنس ہوگیا تھا اس گلستاں سے مجھکو

---

* (ن) گل چھڑیاں

ے تک تو خاموش رکھو منہ میں زباں سلگے ہو
اپنی ہی کہتے ہو میری بھی میاں سلگے ہو
سنگ کو آپ کریں پل میں ہماری باتیں
لیکن افسوس یہی ہے کہ کہاں سلگے ہو
خشک و تر پھونکتی پھرتی ہے سوا آتش عشق
بچیو اس آنچ سے اے پیر و جواں سلگے ہو

کچھ لکھوں سوز دل اُس سے اُسے اے قاصد
جاے کاغذ ہو اگر بال و پر پروانہ
شمع تک جاتے تو دیکھا تھا میں اس کو 'قائم'
پھر نہ معلوم ہوئی کچھ خبر پروانہ
'قائم' سمجھ کے بولیو تو آپ کے حضور
پیارے معاملت ہے سخن آشنا کے ساتھ

یک شب دیکھی جن نے وہ زلف | لاکھوں دیکھے روز سیاہ
اتنی تو مت ہو چلد نسیم | ہم بھی چمن تک ہیں ہمراہ
کوندی ہے دل پر برق سی آج | پڑھی نظر ہے کس کی نگاہ
وعدہ کرکے رات کا تم | خوب ہی آے واہ جی واہ
'قائم' سے کوئی ہوئے خفا | بندۂ خادم دولت خواہ

ر شیخ جی آیا نہ مسجد میں وہ کافر ورنہ ہم
پوچھتے تم سے کہ اب وہ پارسائی کیا ہوئی

روے اس غم کدہ میں آج کس کس کو بھلی
دیکھتے نظروں کے اپنے اک خدائی کیا ہوئی
گو کسی حالت میں ہو میں سمجھوں ہوں تجھے
ہے تو تو، وہی پہ تیری کبریائی کیا ہوئی

جوں موج میرا قافلہ غافل ہے سفر سے
کیا جانے کہاں جاے کا آیا ہے کدھر سے
کس رات میں جوں گل نہ ہوا غرق لہو میں
کس دن نہ بھری گود میری لخت جگر سے
وہ خار بکفسی زدہ اس دشت میں میں ہوں
پالا ہے جسے آبلہ نے خون جگر سے

دمبدم اس بخشش بیجا کو کیا کہتے ہیں شوخ
دل دیا تجکو تو ہم نے کچھہ گنہ گاری نہ کی

اگرچہ صبح تلک ہمدگر تھے گرم سخن
یہ کہہ سکا نہ کچھہ اس سے میں بات مطلب کی
سواے دل شکنی سب مباح ہے یہاں شیخ
خبر نہیں تجھے رندوں کے دین و مذہب کی
سوال بوسہ جو 'قائم' کیا میں شب تو کہا
کہ کہیے چھیڑ کہیں اور جاکے اس ڈھب کی

دم قدم تک ہے ہمارے ہی جلوں کی رونق
اب بھی کو جوں میں کہیں شور فغاں سنتے ہو

میں کہا خلق تمہاری جو کسو کہتے ہوں
تم بھی اس کا کہوں کچھہ ذکر و بیاں سنتے ہو
ہنس کے یوں کہنے لگا خیر اگر ہے یوں بات
ہوئے گی ویسی ہی جیسی کہ وہاں سنتے ہو

نے ہجر چاہتا ہوں نہ وصل حبیب کو
یا رب کہوں ہو صبر دل نا شکیب کو
وے بھی تو آدمی ہیں کہ جن سے تم کو ربط
کیا شکوہ تم سے' روئیے اپنے نصیب کو

بھول کر بھی وہ نہیں یاد سے جاتا اپنی
جاں کر یاد سے جن نے کہ بھلا یا مجھکو
کچھہ تو تھی بات خال کی کہ شب ان نے محرم
پھر کے آتے ہی مجلس سے اٹھایا مجھکو

جی میں چہلیں تھیں جو کچھہ سو گئیں وہ یار کے ساتھہ
سر پٹکنا ہی پڑا اب در و دیوار کے ساتھہ
اک ہمیں خار تھے آنکھوں میں سبھوں کے سو چلے
بلبلو خوش رہو اب تم گل و گلزار کے ساتھہ
میں دوانا ہوں سدا کا مجھے مت قید کرو
جی نکل جاے گا زنجیر کی جھنکار کے ساتھہ
یارو کہتے تھے جو تم لالہ و گل ہے سو کہاں
سر پٹکنے تو نہ آیا تھا میں کہسار کے ساتھہ

ہاے صیاد یہ انصاف سے تیرے ہے بعید
یہاں تلک کھینچئے ستم اپنے گرفتار کے ساتھہ
گرچہ بلبل ہوں میں 'قائم' و لے اس باغ کے بیچ
فرق کوئی نہ کرے گل کو جہاں خار کے ساتھہ

آج اگر بزم میں ہے کچھہ اثر پروانہ
اڑتے ہیں پاے لگن چلد پر پروانہ
آتش عشق میں جلنا نہیں ہے کار آساں
ہر مگس سے نہ طلب کر جگر پروانہ
وضع پر اپنی ہے یہاں شادی و غم ہر یک کا
شام ماتم سے ہے کیا کم سحر پروانہ

ہم نشیں ذکر یار کر کچھہ آج اس حکایت سے جی بہلتا ہے
دل مژہ تک پہنچ چکا جوں اشک اب سنبھالے سے کب سنبھلتا ہے
آج 'قائم' کے شعر ہم نے سنے ہاں ایک انداز تو نکلتا ہے

جوں طفل سرشک ارغوانی پامال ہوئی مری جوانی
ہر سانس گراں ہے تن پہ میرے اللہ رے ضعف و ناتوانی
دو چیز ہیں یادگار دوراں تیرا ستم اپنی جانفشانی
ہے رشک مجھے پیامبر تک گو تجھسے کہے مري زبانی

وہ دن گئے کہ لوہو آتا تھا چشم تر سے
اب لخت دل ہے کوئی یا پارۂ جگر ہے

غافل قدم کو اپنے رکھیو سنبھال کر یہاں
ہر سنگ رہگذر کا دوکان شیشہ گر ہے

کب نالہ بلائے جاں نہیں ہے — کب آفت دل فغاں نہیں ہے
کب چشم پہ فتنہ گوار نہیں خواب — کب دل پہ نفس گراں نہیں ہے
ہے کونسا دم کہ تازہ نوحہ — سر جوش لب و دہاں نہیں ہے
کس دن نہ دل ہرنگ اخگر — صد آتش غم نہاں نہیں
کب رات ہوئی کہ چشم ترسے — جو نالۂ دل رواں نہیں ہے
سب کچھ ہے جو چاہئے مگر صبر — ایک جنس ہے وہ کہ یہاں نہیں ہے
بس تا بکجا اٹھائیں یہ غم — کیا ہم میں تو ہم میں جاں نہیں ہے
کہتا میں نہیں کہ ظلم ہے بد — پر خوب تو مہرباں نہیں ہے
سو بات کہوں پر اس کے آگے — گویا منہ میں زباں نہیں ہے
'قائم' سا عزیز خوار ہو حیف — کوئی ہند میں قدر داں نہیں ہے

پھرے زمانہ جہاں تک ہے ہم سے یا نہ پھرے
کسی کے پھر نے نہ پھرنے سے کیا خدا نہ پھرے
فلک رلائے تو ہے ہم کو لیک یہ ڈر ہے
کہ بلبلا سا کہیں آپ ہی بہا نہ پھرے
ہزار حیف کہ گلچیں ہے اس جگہ گستاخ
میں جس چمن میں یہ چاہوں تھا یہاں صبا نہ پھرے

تھی خبر یہی کہ رات پیارے — تم غیر کی گفتگو نہ سمجھے
سمجھو گے ہمارے بعد ہمکو — پر حیف کہ روبرو نہ سمجھے

ایک عرض تو تھی پر اُس سے پیارے | کیا کہئے جو بات کو نہ سمجھے
قسمت کہ وہ چارہ گر اپنا | جو زخم سے تا رفو نہ سمجھے
سو حرف ہیں خامشی میں لیکن | اس بات کو ہرزہ گو نہ سمجھے
شایاں چمن نہیں وہ بلبل | ہر گل کا جو رنگ و بو نہ سمجھے
سمجھا رہے ہم تو تجکو 'قائم' | پر کیجئے کیا جو تو نہ سمجھے

قطعات و رباعیات کی اگرچہ شیفتہ نے تعریف کی ہے لیکن وہ ایسے زیادہ تعریف کے قابل نہیں ' اُن میں زیادہ تر لفظوں کے ہیر پھیر اور تلازمے سے مضمون پیدا کئے ہیں - نمونے کے طور پر ایک قطعہ اور ایک رباعی درج کی جاتی ہے —

رباعی

قائم جو تو نواب سے دکھہ پایا ہے | کہہ بھڑوے کو جو زباں پر آیا ہے
سرمہ نہیں کھایا کہ رہیگا خاموش | کھایا ہے اگر تو تو' نمک کھایا ہے

قطعہ

اندازہ نگاہ رکھہ سخن میں | بھلے جو کہے ہے نیک کہہ تو
دو گوش ترے ہیں اور زباں ایک | تا دو نہ سنے نہ ایک کہہ تو

عبدالحق
سکریٹری انجمن ترقی اُردو
اورنگ آباد (دکن)

فہرست مضامین

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	نل ہن	نل دمن	۲۱	۱۱	انجا	نجا	۳۶	۱۴	نوراجی	نواحی
۳	۱۸	ہزنے	ہزلے	۳۳	۱۳	ہمنش	ہمتش	۴۱	۹	دیکھہ دیکھے	دیکھی دیکھی
۸	۲	تبنغ	تشنیع	۳۴	۱۷	اہل ہای	اہل ہائے	۴۶	۱	برسراوغ	برسردوش
۹	۱۵	زاہد	زہد	۳۵	۱۶ و ۱۷	بادہ دو تجھا	بادہ بیخا بادہ	۴۹	۱۰	سلانش	سلاتش
۱۳	۵	کہر لبسر	کھسر بسر	۳۶	حاشیہ	محاکمہ بنال	*	۷۰	حاشیہ ۹	نظیر	*
۱۹	۱۱	کمیلا	کھیا	۳۷	۹	زانوں کی	زانوں کو	۷۲	۳	اور دخلو	اور دخلت

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد سخن آفرین کہ بنائے مصرع موزوں قامت خوباں گزاشتہ اوست و بیت
تاخن بدن ابروئے محبوباں کہ دل از دست می برد نگاشتہ او و تحف تحیات بجناب
رسالت مآب کہ ناظم حقیقی دیوان کائنات را بمصداق کلام صدق التیام لولاک بہ یمن
ذات مبارکش تدوین نمودہ و رباعی مدارج اربعہ را با چہار یار رش کہ چو مصراع رباعی
عناصر باعث قیام عالم از حسن تزئین فرمودہ بضمیر مہر تنویر سخن طرازان ہندوستان
و طوطیان شکر شکن این بوستان مخفی و محتجب نماند کہ تا الآن در ذکر و بیان اشعار
و احوال شعرائے ریختہ کتابے تصنیف نگردیدہ و باین زبان ہیچ انسانی از ما جرائے
شوق افزائے سخنوران این فن سطرے تالیف نرسانیدہ بنا برایں فقیر مولف
محمد قیام الدین قائم بعد کوشش تام و سعی تمام دواوین این اعزہ فراہم آوردہ
پارہ ابیات از ہر کدام برسبیل یادگار در ذیل این بیاض کہ بمخزن نکات موسوم
است بقید قلم در آوردہ برائے امتیاز طرز کلام طبقات علیحدہ کہ تفصیل آن عنقریب است
ترکیب دادہ شاید کہ مقبول خاطر خطیر صاحبدلے گردد یا در نظر والا نظرے منظور
افتد بہر حال التماس بجماعت معنی شناس آنست کہ این ہیچمدان را بجلدوئے

این خدمت بدعائے خیر یاد فرمایند واز خطائے رفتہ کہ خواص بشری است اغماض نمایند مصرع کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

طبقہ اول

طبقۂ اوّل۔ در بیان اشعار شعرائے متقدمین۔
طبقۂ دوم در ذکر کلام سخنوران متوسطین۔
طبقۂ سوم در بیان اشعار و احوال سخن طرازان متاخرین

سعدی

طبقۂ اول اتفاق جمہور برآں است کہ چوں حضرت شیخ سعدی شیرازی در ہنگام سیاحت بطرف گجرات تشریف آوردند بسبب مجاورت سومنات چنانکہ در نسخۂ بوستاں مذکور است بزبان این دیار وقوف یافتہ یک دو غزل ریختہ کہ بعد ازیں مرقوم خواہد شد مع دیگر ابیات بر سبیل تفنن ارشاد فرمودند بعد ازاں حضرت امیر برہان بناطراحی و تعمیرہائے بسیار بکار بردند ہر چند سلیقہ سخن سنجی آں وقت دور از فصاحت ریختہ گویان حال است لیکن بپاس طبیعت مشتاقاں ہر جنس سخن دو سہ چار بیت ازاں انتخاب تبرکاً و تیمناً دریں مقام قلمی مے گردد واز احوال این ہر دو بزرگوار چہ نویسد کہ مورخین سلف در کتب تواریخ متداول ضبط نمودہ اند اظہر من الشمس و ابین من الامس است ؎

اے مرو مان شہر شما کیسی بری یہ ریت ہے ہے ہے نی پرسد کسے پردیسیا ارت ہے
سعدی طرح انگیختہ شہد و شکر آمیختہ در ریختہ در ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

مخمس
زرگر پسر چو ماہ پارہ کچھ گھڑ کے سنوارے پکارا
نقد دل من ربود و شکست آخر نہ گھڑا نہ کچھ سنوارا

ملا نوری

جامع فضائلِ معنوی و صوری حقیقت آگاہ ملا نوری از قاضی زادہائے قصبۂ اعظم پور
است در فنِ بدیع و معما سر آمد روزگار خود بود و شعر فارسی بسیار بر تبہ ی گفت چنانچہ قصائد
طویل الذیل از وے یادگار است گویند وقتے کہ ابو الفیض فیضی مثنوی نل دمن تصنیف
می کرد چوں بایں مصرع رسید "موئے شدہ ام ز ناتوانی" بجہت تمامی معنی
بند افتاد و مضمون مصرع ثانی بخاطرش نمی رسید ملائے مذکور بسابقہ معرفتے کہ داشت برائے
ملاقات وے رفتہ بود بحقیقت حال وا رسیدہ مصرع بداہتہ گفت مصرع
موبر تن من کند گرانی" فیضی بر لطف طبیعتش آفریں کرد و از آں باز او را بسیار دوست
میداشت دو سہ غزل ریختہ بطور قدما از وے مسموع است اما بالفعل سوائے ایں یک
بیت مقطع چیزے در خاطر نیست ۔ ؎ ہر کس کہ خیانت کند البتہ بترسد ٭ بیچارہ
نوری نکرے ہے نہ ڈرے ہے ٭

محمد افضل

محمد افضل مردے است از سکان دیار مشرق الرحم
ربط کلامش چنداں مضبوط و مربوط نیست لیکن از انجا کہ قبول بے سبب و رد بے غضب
خاصۂ جناب ازلی است تصنیفاتش بمرتبہ موثر دلہا است کہ از حیز تحریر و تقریر متجاوز
است و مثنوی بکٹ کہانی بر صفحۂ روزگار از وے یادگار است ردیہ اش از قدم ابیاتش
باقیاس باید نمود ایں یک بیت از مثنوی مشہور از دست ۔

پڑے تال میں میرے بہم پھانسے ۔ مرن اپنا ہے اور لوگوں کو ہانسے

باید دانست کہ چوں فن ریختہ در آں وقت از محل اعتبار ساقط بود بنا علیہ ہیچکس بر شغل آں
اقدام نمی نمود وایں دو سہ چار بیت کذائے کہ بنام اساتذۂ معتبر مرقوم است اغلب کہ منشاء
نظمش ہزلے بیش نباشد اما بعد ازیں بہمت بلاد دکھن در عہد عبد اللہ قطب شاہ کہ
با سخنوران بصحبت و مواسا پیش می آمد ریختہ گفتن بزبان دکھنی بسیار رواج گرفت بادشاہ مذکور

نیز طبع موزوں داشت اکثر در مرثیہ حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام شعر
می گفت وگاہے بنابر تفنن طبیعت بحسب اتفاق دو سہ بیت جستہ جستہ در وصف خط و
خال غزالان شہرے ہم می نوشت چنانچہ ایں مطلع از وست۔

کسد کہوں کاں جاوں میں مجہ دل پہ کٹھن بچہڑا ہے — یک بات کہے ہوں گے سجن یہاں جیو بارہ باٹ ہے

واکثر مستعدان ایں فن کہ درآں وقتے بودند مرحوم ایں دیار بر اشعار و احوال یکے
ازینہا اطلاعے نیافتہ اند مگر معدودے چند کہ در زمانہ سلطان ابوالحسن لوائے شہرت
برافراختند و پارہ از ابیات ایں اعزہ براوراق بیاض ہائے سخن سنجان ہندوستان قلمے
نمودند بنابریں یک گونہ از اسم و رسم اینہا متعارفے باقیست انشاء اللہ تعالیٰ من بعد
چیزے ازاں مرقوم خواہد شد و از مرات حوصلہ فہم معنی آگاہاں پوشیدہ نیست کہ
دماغ بیدماغاں بکاؤ کاؤ دشقت بیارنمی تابد ہر انچہ معقول وسہل الحصول دید بقید
قلم درکشید و دردسرے کہ مافوق طاقت خود یافت در تحقیق و تفحص آں بنفیا و دمفت
وقتے راکہ بدلش متصور نیست باندیشہ طول وطویل برباد بداد مرزا ابوالقاسم مرزا
تخلص از مخصوصان سلطان ابوالحسن عرف تانا شاہ عبداللہ کنج کہ در جوار حیدرآباد
واقع است انزواگزیدہ و بقیہ عمر بلباس فقر ہم انجا بسر برد ایں یک بیت بنام او
شہرت دارد ۔

مرزادہ نو نہال کدہر سٹ گئے ہیں چمن — دستا تہا جس کے ہاتھ پہ گل ڈال سوں اچھا

افضل الدین خان فضلی تخلص بجمیع فضائل انسانی مشہور است بتخصیص در شیوہ سخن سرائے
ممتاز روزگار خود بود مرزا ابوطالب می گفت کہ ایں عزیز بفرمایش شخصے در تعریف
حسن شاہزادہ مثنوی پانصد شعر با ایں ہمہ نازکے و پرکارے موزوں کردہ است کہ ادا

مرزا ابوالقاسم

فضلی

مردم آں دیار نرگس آسا بر بیاض دیدہ قلمے می سازند و از شہرے بشہرے می برند در حقیقت دوسہ چار بیتش کہ ازاں جملہ محلے سواے اہل ہنداست خالے از حسن لطافتے نیست چنانچہ ایں ابیات از ہماں مثنوی است

عرق مُہ پہ چوں آرسی میں حباب　　تبسم لباں پر چو موج شراب
زنخ جوں مرادے سیو کا　　پہ کب پڑسکے ہاتھ واں دیو کا

غوثی

محمد غوث غوثی تخلص خلف الصدق مولانا قطب الدین قاضی حیدرآباد است در جمیع علوم و فنون مشارالیہ بود و ہمیشہ بدرس و تدریس اشتغال داشت گاہ گاہ بمقتضاے موزونے طبیعت دوسہ مصرع ریختہ فارسی نیز موزوں می گردد در آخر عمر در طلب وانگیر حال او شد از خویش و قوم برآمدہ بزیارت حرمین شریفین زادہما اللہ تشریفاً مستعد گردیدہ ہم انجا ودیعت حیات سپرد ایں دو بیت ریختہ از واردات خاطر اوست

تیغ بھواں کر کن کہا گھائل نکو کرے　　پلکاں کے یا خنجر ستی بسمل نکو کرے
کاٹو جلا ؤ راکھ کرو راضی ہیں ہمن　　سب کچھ کرو پہ ایک کٹھن دل نکو کرے

روحی

روحی تخلص مردے از پیرزادہاے حیدرآباد است روزگارے مہیا و عافیتے گوارا داشت و بخلاف احوال پراگندہ طبعاں ہرزہ روزگار و پریشاں خاطران تفرقہ شعار می زیست در اوائل جوانی بشعر و شاعری مشغول بود آخر ازاں اندیشہ باز گردیدہ مدت عمر بر سجادہ طاعت بفقر و قناعت گذرانیدہ ایں دو بیت ریختہ از وے یادگار است

درپن ستے نگاہ کو مائل نکو کرے　　یہ دکھ اپس کے واسطے حاصل نکو کرے
خنجراں اتے کہ عہدہ برآنہیں ہوکے بوند　　پلکاں کو میرے دل کے مقابل نکو کرے

نوری

سید شجاع الدین نوری تخلص ہر چند از سادات بلدۂ گجرات است اما تمام عمر بعلاقۂ روزگار در حیدرآباد بسر بردہ آخر حال بعہدۂ تعلیم پسر وزیر سلطان ابو الحسن پایۂ امتیاز یافت چندے بمنصب مسطورہ قیام می نمودہ کہ ناتواں بیناں روزگار بر سبیل حسد بعشق وزیر زادہ متہم ساختہ از خدمت ماسورہ باز داشتند چوں بوقوع ایں حال سید بیچارہ انفعال کشید بے اطلاع ہمہ کس از حیدرآباد برآمدہ در قصبہ بلشدہ رخت اقامت انداخت و نہال جایگاہ بجوار ایزدی پیوست

نوری اپس کے دل کے کوسے نکہ بتہا | حال بچلا اب اس سے دیوانے جو تھا سو تھا

شاہ قلیخاں شاہی تخلص از متوطن بھاگ نگر بود بدرستی طبع و رسائی فکر داد سخن سرائے میداد مدتے بتوسل نوکری بادشاہی در بلدۂ حیدرآباد گذرانیدہ آخر حال بمنصب ندیمی تاناشاہ معزز و مباہی گشتہ اکثر حسب الایما بادشاہ مذکور شعر مرثیہ فکر میکرد چنانکہ سابق برایں پنجاہ سال ابیات و مرثیہ اش در بلاد ہندوستان دست بدست گردیدہ اند و بالفعل خبر اندراس بگوشۂ خمول کو اغذ فرسودہ و آخزیدہ سوائے ایں مطلع اشعار غزل از وے مسموع نیست

لما تہن کا غیر سے کرنی جھوٹ کوئی سچ کہتے | کس کس کا منہ موندوں سجن کوئی کچ کہتے کوئی کچ کہتے

میر عبد القادر قادر تخلص از باشندگان حیدرآباد است چشم عبرت بیں و دل حسرت گزیں داشت چوں سن شریفش از پنجاہ متجاوز گردید بردست یکے از مشائخ اندیار کہ نسبت بشیخ شہاب الدین سہروردی می پیوست خرقہ پوشیدہ و تا آخر عمر بخدمت شریفش بر آستانہ گذرانید ایں رباعی از مصنفات اوست۔

رباعی

ہر چند ہمن سب سوں اٹھایا ہے ہات | اس پر پھر بھی نہ آزاد کھائے ہیہات
عالم میں ہر ایک یہ کہتا ہوگا | دکھن میں ہے قادر اچھوں در قید حیات

لطفی

لطف علی لطفی تخلص شاعر دکھنی است و دیگر احوال او معلوم بندہ نیست کہ کیست وکجائیست ایں ایک شعر بنام او مسموع است۔

میں عشق کے گلی میں گھائل پڑا تھا کس پر | جوبن کا ماتا آکر مجکو کھندل گیا ہے

رافت،

مہر علی رافت درکمال شوخ وظرافت پسر خطیب بادشاہی است از غایت سبکسرے وزیادگوئی معاصران خود را الطعن واستہزا می رنجانید وہیچکس را در برابر خود مقدارے نمی نہاد روزے درمجلس پدر بزرگوارش کہ سخن فہمے ونکتہ دانی نظیر نداشت بتقریبے ذکر شعر مشکلہ بمیاں آمد چوں در استکشاف سے آں اندکے تامل کرد بسوے ادچشمکے زدو گفت جانے خایا خطیب کا وازیں جنس بسا سخنان ناصواب ازوے مسموع است بالجملہ از وطیرہ اشعارش معلوم می شود کہ سخنش بجاش نرسیدہ بود او تعالیٰ رحمتش کناد

موتے دریا میں ایس کے تین کاں اگر ہووے | کہ تمھن کے وہ نباکوش سے ہمسر ہووے
پوچھا دامانتے رقیبانکے انجھا نکا لو ہو | یوں بھی ہمنا سے نبولے کہ امانت روے

فقیر اللہ متخلص بآزاد از متوطنان بلدہ حیدرآباد است ہنوز از صغیر سن برنیامدہ بود کہ پدرش برحمت خدا رفت اکابران محلہ نظر بر یتیمش نمودہ عزیز می داشتند چوں جواں شد سودائے زلف عنبرینے در سرش پیچیدہ دکارش بآوارگی انجامید مکان معین نداشت خانہ بدوش می گردید چنانچہ ایں عزیز دشخصے

فراقی تخلص کہ بندہ از احوالش کماینبغی اطلاع ندارم درآں ایام کہ محمد یار خاں

صوبہ دار دہلی بود ہر دو باتفاق برائے دیدن وے بدار الخلافت آمدند چوں نسق کلامش بنا بر کثرت صحبت خاطر نشیں اینہا گردید تتبع او کشتند چنانچہ از روبہ اشعار ایں ہر دو بزرگوار پیداست۔ از آزاد۔

کوئی کسی ہی فن میں ہم ساتھ بر نہ آیا ۔۔۔ پر جیسے یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

از فراقی

فراقی کشتہ ہوں اُس آن کا جدم کہ وہ ظالم ۔۔۔ کمر سے کھینچتا خنجر چڑھاتا آستیں آوے

احمد گجراتی شعر ہندی می گفت کہ عبارتے از گیت و دوہرہ باشد در علم سنکرت و دبھاکا ید طولی داشت و در فنِ خود سرآمد روزگار بود والحق کہ دو سہ دوہرہ از تصنیفش شنیدہ شدہ مذاق کلامش بسیار دل نشیں است چوں معاصر شاہ ولی اللہ ولی بود گاہ گاہے فکر شعر در ریختہ نیز می نمود چنانچہ ایں دو سہ بیت از نتائج اوست

شب جھوٹے وعدوں پر جو تیرے ہم بہک گئے ۔۔۔ کوئی لاکھ بار گھر سے اوٹھے وہ تک تک گئے

پوچھے تھے کل میاں سے آپس دلکے میں خبر ۔۔۔ سو آج لاکے سر تے میرے پٹک گئے

احمد بتا میں کیا کروں اب راہ عشق میں ۔۔۔ ایک سانجھ پر گئے ہے دو جی پاؤں تھک گئے

فخری تخلص شخصے بود از شاگردان ولی بسیار بصفائی گفت چنانچہ از سیاق و سباق کلامش پیداست دیگر احوالش معلوم بندہ نیست

دیکھوں میں جب تجھے تو چکا چوند ہ لگ ہے ۔۔۔ دیکھا ہے یار کتنے نظر بھر کر آفتاب

محمود نیز از دکھن است گویند معاصر فخری است بلکہ با او چیزے قرابت ہم داشت بالفعل از خاطر رفتہ است۔

گجراتی

لوگاں کہیں پتھر سے کچھ سخت نہیں ہے لیکن جو کوئی بتاں سے بچھڑا وہ سخت ہی پتھر ہے

سراج تخلص شخصے از متوطنان اورنگ آباد است انچہ از سلیقہ شعرش معلوم میشود بسیار بدرستی حرف میزند۔ *سراج*

پی بن مجھ آنسو بجے شراروں کی کیا کمی جس رات چاند ہو نہ ستارو کی کیا کمی

رفوگر کو کہاں طاقت کہ زخم عشق کو ٹانکے اگر دیکھے مرا سینا رفو چکر میں آجائے

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا طوق قمری ہے طرۂ شمشاد

محقق تخلص شخصے است بندہ از احوالش خبر ندارم ایں ایک شعر بنام او بر پشت بیاض کہنہ کہ از ملکیت ابوطالب مرحوم بود در ذیل شاعران دکھنی نوشتہ دیدہ ظن غالب است کہ داخل ہماں جرگہ باشد واللہ عالم بالصواب *محقق*

تم ہر کسی سے وعدہ دیدار مت کرو اپنی زباں سے جھوٹ کا اقرار مت کرو

ہاشم تخلص شاعر دکھنی است انچہ از طرز کلامش مفہوم میشود سرے بسخن داشتہ۔ *ہاشم*

دکھن ہور ہند کے دلبر ہمن سوں ہیچ ہاں آچھے کہ گھڑے چاند سے پر جنکے خط پیچ تاب اچھے

ہاتف تخلص شخصے در دکھن بودہ است ایں یک شعر بنام او در بیاض سیادت پناہ میر محمد شاہ کہ یکے از آشنایاں والد فقیر مولف بودہ اند نوشتہ شعر مذکور ایں است۔ *ہاتف*

انکھیاں تیرے اور زلف سے کافر ہوئے سارا جہاں اسلام اور تقوی کہاں زاہد اور سلمانی کدھر

میرزا ابوطالب المتخلص بطالب مرد بود ہفتاد سالہ از متوطنان قصبہ بلنڈہ کہ در نواح اورنگ آباد است در لشکر بہادر شاہ سابقہ آشنائے باعمے بزرگوار حضرتم مرزا رفیع صاحب بہم رسانده همراه لشکر ظفر اثر برفاقتِ ایشاں برائے کار جاگیر خود بدار الخلافت شاہجہاں آباد رسیدہ تا مدتے کہ اقامت نمود ہمخانہ ایشاں بودہ *طالب*

بعضے ازیں احوال و اشعار کہ سابق مرقوم شدہ زبانی مرزا ابو طالب مسطور بمرزا صاحب رسیدہ بود و از ایشاں علی سبیل ذکر و مذکور بفقیر معلوم گردیدہ ایں یک شعر از طالب است

ہمارے خون چشم سے آلودہ کب کرے ۔ وہ پک جسے گرانی ہے رنگ حناسے

ولی

شاہ ولی اللہ ولی تخلص شاعرے است مشہور مولدش گجرات است گویند بہ نسبت فرزند شاہ وجیہ الدین گجراتی کہ از اولیائے مشاہیر است افتخار ہا داشت در سن چہل و چہار از جلوس عالمگیر پادشاہ ہمراہ میر ابو المعالی نام سید پسرے کہ دلش فریفتہ او بود بجہاں آباد آمدگاہ گاہ بزبان فارسی دو سہ بیت در وصف خط و خالش می گفت چوں در آنجا بسعادت ملازمت حضرت شاہ گلشن قدس سرہ مستعد بگفتن شعر بزبان ریختہ امر فرمود ایں مطلع نغز ۔ موزوں کردہ حوالہ او نمودند۔

خوبی اعجاز حسن یار گر انشا کروں ۔ بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں

بالجملہ ہمیں تقول زبان ایشاں سخن ایں ہا با چناں حسن قبول یافت کہ ہر بیت و یوانش روشن تراز مطلع آفتاب گردیدہ و ریختہ را قسمے بفصاحت و بلاغت می گفت کہ اکثر استادانِ آنوقت زراہ ہوش شعر ریختہ موزوں می نمودند چنانچہ قدوۃ السالکین و زبدۃ الفاضلین مرزا عبد القادر بیدل رضی اللہ عنہ نیز دریں زبان غزلے گفتہ مطلع و مقطعش اینست۔

مت پوچھ دل کی باتیں وہ دل کہاں ہے ہم ہیں ۔ اس جنس بے نشاں کا حاصل کہاں ہے ہم ہیں

جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا ۔ پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے ہم ہیں

و چند بیت کہ بفقیر موافق فہم ناقص خود از دیوان ولی مذکور منتخب ساختہ ایں است۔

دل کو گر مرتبہ ہو درپن کا ۔ مفت ہے دیکھنا سریجن کا

ملک دلی کی طرف نگاہ کرو — صبح سے منتظر ہے درشن کا

نہ پوچھو عشق میں جوش و خروش دل کی بات — برنگ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

پھر میری خبر لینے وہ صیاد نہ آیا — شاید کہ میرا حال اسے یاد نہ آیا ؎

دیکھ احوال مرا صبح شفق نے دلی — ہاتھ سوں ہاتھ ملا درد سوں سینہ کوٹا ؎

صنم کے لعل پر وقت تکلم — رگ یاقوت ہے موج تبسم

زندگی جام عیش ہے لیکن — فائدہ کیا اگر مدام نہیں

ڈالے اکھاڑ کوہ کو جوں کاہ اپوتے — عاشق کی آہ سرد کہ جیسی صدا نہیں

خوبرو خوب کام کرتے ہیں — یک نگہ میں غلام کرتے ہیں

کیا اگر بات میری گوش کرے تو — ملنے کو رقیباں کے فراموش کرے تو

صحبت غیر میں جایا نہ کرو — دردمندوں کو کڑھایا نہ کرو

دل کو ہوتی ہے سجن بیتابی — زلف کو ہاتھ لگایا نہ کرو

اس کے قدم کی خاک سے صد حشر ہے نجات — عشاق کے کفن میں رکھو اس عبیر کو

عجب کچھ لطف رکھتا ہے شب خلوت میں گل رو سے — خطاب آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ

دیکھتا ہوں جسے وہ مبتلا ہے — خوباں کے بیچ کیا بلا ہے

گر تجھ کو ہے عزم سیر گلشن — دروازۂ آرسی کھلا ہے

شب اس گوہر کان حیا کی کیا کہوں خوبی — میرے گھر اسطرح آتا ہے جوں شیشہ میں راز آوے

جا گیر ساتھ کب دل وحشی کو کام ہے — تجھ زلف کا خیال مجھے لاکھ دام ہے

جس وقت تبسم میں وہ غنچہ دہن آوے — گلزار میں کلیوں کے دہن پر سخن آوے

عالم میں ترے ہوش کی تعریف کیا ہوں — ایسا تو نکر کام کہ تجھ پر سخن آوے

ایسے رہنے کو دنیا میں مکانِ عاشق	کوچہ زلف ہے یا گوشہ تنہائی ہے
دل چھوڑ کے یار کیوں کے جاوے	زخمی ہے شکار کیوں کے جاوے
جب تک نہ ملے شراب دیدار	آنکھوں سے خمار کیونکے جاوے
انجوا نکے اگر مدد نہ ہوے	مجھ دل سے غبار کیونکے جاوے
غنیمت بوجھ ملنے کو دلی کے	نگاہِ پاک بازاں کیمیا ہے
آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے تجھکو	کرتی ہے نگہ تجھ قدِ نازک پہ گرانی
ہم کو شفیع محشر وہ دیں پناہ بس ہے	شرمندگی ہماری عذر گناہ بس ہے

موسوی خاں فطرت و معز تخلص می کرد و جائے موسوے می آورد تازہ آمد ولایت است و احوالش داخل تذکرہ ہائے فارسی است در زمانِ سلطنت عالمگیر بادشاہ منصب سہ ہزاری و خدمتِ خالصہ شریفہ ممتاز بود روزے حضرت بادشاہ در اقتضائے مہمے متردد بود صورت واقع بر سبیل مشورتے برد و نوع باخان مذکور تقریر فرمود ندید تامل بعرض اقدس رسانید کہ باعتقاد غلام حرف ثانی معقول است باستماع این کلمہ رائے حضرت بر نامعقول بودن سخن اوی انتقال نمودہ روئے توجہ ازین بے گناہ گردانیدہ بطرف دیگر مشغول شدند چوں ایں عزیز بمغز کلام وارسید خجالت بسیار کشید بعد برخاست دیوان کہ بخانہ خود آمد بیمارے بہم رسانید اطبا بموجب امر حضور بمعالجت وے حاضر شدند پس از تشخیص معلوم شد کہ زہرہ اش آب شدہ است بالجملہ او از دو ما تمام نہ کرد کہ بمقر اصلی رد آورد گویند ایں شعر ریختہ از دست شاید بتقریبے گفتہ باشد۔

از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہے	در گلشن آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہے

خواجہ عطا۔ عطا تخلص از روسائے نامدار و سرکردہ ہائے او باشانِ روزگار بود در عہد عالمگیر بادشاہ بہ بانکہ وضعی اشتہار داشت از غایت شہرت محتاج تعریف نیست این دو شعر ریختہ از وست:۔

اے در نبرد حسن تو کیسے بچھاڑ چشم — زیر قرہ نہفتہ چو آہو بچھاڑ چشم
اشب بکوئے دوست عطا پھر بہار ہے — تو بھی کہیں بسر کہیں در پر کہار چشم

میر جعفر۔ جعفر تخلص سید صحیح النسب بود چون اساس سخنوری بر زٹل قافیہ گذاشتہ بر بناء علیہ زٹلیش می گفتند و از نخاکہ کلامش در عوام شہرت تام یافت اغرہائے آن زمان بپاس آبروے خویش باوے بسلوک شایستہ پیش می آمدند گویند روزے بخدمت مرزا عبد القادر وارد شد پریشان بعد استماع نظم؛ شرش چند اشرفی بطریق انعام مرحمت فرمودند بوقتِ رخصت این مصرع برخواند و در رفت مصرع ظہوری و عرفی بہ پیش تو ہیش۔ غرضکہ از تحائف روزگار بود اکثرے از مزخرفاتش مشہور خواص و عوام است و کلام مضحکش اشتہار تمام دارد از غایت ابتذال احتیاج نوشتن نیست۔

طبقہ دوم

در ذکر کلام سخنوران متوسطین برشناسائے اسلوب سخن مخفی و محجب نیست کہ از عہد عبد اللہ قطب شاہ گرفتہ تا زمانہ بہادر شاہ کسانے کہ شعر ریختہ اندنسق کلام اینہا بسیار مربوط و معقول است ہر چند کہ اگر الفاظ غیر مانوس گوش ما مردم مستعمل ایشان است لیکن چوں موافق زبان دکھن است درست است پیش ہر کس راہ بدہ دارد و نہ

ایں ستم کہ شاعران ابتدائی زمانہ محمد شاہ باعتقاد خود تلاش الفاظ تازہ و ایہام نمودہ شعر را از مرتبہ بلاغت انداختند تا بمعنی چہ رسد غرض ناگفتہ بہ صرح خطائے بزرگاں گرفتن خطا است۔ بہر حال فقیر دو ادیں ایں اعزہ فراہم آورده اشعار جستہ جستہ بسبی تمام موافق فہم ناقص خود بوضع انتخاب قلمے نمودہ حق تعالی توفیق کرامت فرماید شاہ مبارک تخلص آبرو مردے بود درویش منش قلندر مشرب موطن گوالیار از فرزندان محمد غوث بعالم حسن پرستی اشتہار تمام داشت چنانچہ مثنوی صد و پنجاہ بیت در باب تعلیم آرایش خوباں روزگار بسیار سد انت موزوں کردہ است بالجملہ شعر ریختہ بوضع خود بسیار مرغوب می گفت و مشق سخن بخدمت سراج الدین علی خان آرزو میکرد کہ بالفعل در فضیلت و کمال نوقش متصور نیست حق تعالی سلامتش دارد و زیادہ بریں از کمالات آں بزرگوار شل من ہیچداں چہ نویسد کہ شمار قطرہ آب باراں نمودن و سیاحت افلاک پیمودن است ہر چند دماغ ہیچ شخص بریختہ وفا نمی کند لیکن وسعت اخلاقش تا بحدیست کہ شعر میاں آبرو را بنظر اصلاح ملاحظہ می نمودہ بلکہ گاہ گاہ بپاس خاطر او خود ہم دو سہ بیت ازیں قبیل می فرمودہ

آبرو

آرزو

از آرزوست

وعدے تھے سب خلاف جو اس لب سے ہم نے | یہ لعل قیمتی دکھو جھوٹا نکل گیا
میرے شوخ خراباتی کی کیفیت نہ کچھ پوچھو | بہار حسن کو دے آب جب اس نے چرس کھینچا
میخانہ بیچ جا کر شیشہ تمام توڑے | زاہد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے
رکھے پارہ گل کھول آگے عندلیبوں کے | چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے تہ بند کے
دریا عرق میں ڈوبا تجھ سیم تن کے آگے | موتی نے کان پکڑا تیرے سخن کے آگے

ہرگز نظر نہ آیا ہم کو سجن ہمارا
گویا کہ تھا چھلاوا دہ من ہرن ہمارا

تیرے دہن کے آگے دم مارنا غلط ہے
غنچے نے گانٹھ باندھا سنکر سخن ہمارا

(۱۱) چند شعر از شاہ مبارک آبرو است

آیا ہے صبح نیند سے اوٹھ رسمسا ہوا
جامہ گلی میں رات کا پھولوں بسا ہوا

بوسا لبوں سے دینے کہا کہہ کے پھر گیا
پیالا بھرا شراب کا افسوس گر گیا

قول آبرو کا تھا کہ نہ جاونگا اس گلی
ہو کر کے بیقرار دیکھو آج پھر گیا

رہے ہر تیس دن مرکا نئے سنکھ
کلیجا آہنی ہے آرسی کا

مشتاق عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا ہے
یہ روٹھ روٹھ چلنا چلچل کے پھر ٹھٹکنا

دل تو دیکھو آدمِ بے باک کا
عشق سے بھرتا ہے پتلا خاک کا

جدائی کے زمانے کی میاں کیا زیادتی کہئے
کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گذری سو جگ بیتا

رہتی ہے ولیں مصرع دلچسپ کیطرح
گھر بار ہوئے سرو قداں کا برا بیت

زندگی ہے سراب کی سی طرح
یا او بندے حباب کی سی طرح

تجھ او پر خون بے گناہوں کا
چڑھ رہا ہے شراب کی سی طرح

عالم آب سیں آسان نہیں اے شیخ گذار
خوف سے غرق کے یہاں بحر ہے کشتی میں سوار

خوب تیری شکل آسکتی نہیں تصویر میں
مدتوں ستی مصور کھینچتا ہے انتظار

آج پھر ہم سے کر دیا ہے اداس
ان رقیبوں کا جلئے ستیاناس

سیج تیرے کے شوق میں چھوڑا
رات کو پھولنے چمن کا باس

غیر صحبت میں اب لگا جانے
چھوڑ کر اپنی آبرو کا پاس

یارو ڈرو کمر سے مروڑ و نہ پھر کے انگ
آجائے کہیں لچک تو ابھی لاگ جائے لنگ

نکلے ہم آصبا کی طرح جب چمن میں بھول
گلچیں کے دیکھ ہم کو گئے ہاتھ پاؤں پھول

لالچی کیوں آپ کو مشہور کرواتے ہو تم ماںگتے کیا ہو سجن کچھ ہم پہ دنیا ہے تمہیں
تجرادھ خواب سے گلشن میں جب تم نے ملی انکھیاں گئیں موند شرم سے نرگس کی پیاری جی انکھیاں

دور خاموش بیٹھ رہتا ہوں اس طرح حال دل کا کہتا ہوں

جب چمن میں جاکے پیاری تم نے زلفیں کھولیاں لے گئی باد صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

گلی اکیلی ہے اور یہ اندھیری راتیں ہیں اگر ملو تو سجن سو طرح کی باتیں ہیں

اے شوخ بے تمیز تجھے کچھ ادب نہیں معشوق گر ہوا تو خدا کا غضب نہیں

کہتا ہوں میں پکار سنو کان دھر سجن جو اور سے ملو گے تو دیکھو گے ہم نہیں

سر تا قدم پیارے دست دعا ہوا تیرے بھولے دیکھ خنجر آب آئینہ

کیوں ملامت اسقدر کرتے ہوئے حاصل تھے لگ چکا اب چھوٹنا مشکل ہے اس کا دل تھے

لنگ چلنا سجن کا بھوتا نہیں ابتک مجھکو طرح وہ پاؤں دھرنے کے مرے آنکھوں میں پھرتی ہے

رستم اس مرد کی کھاتے ہیں قسم زوروں کی تاب لاوے جو کوئی عشق کے جھکجھوروں کی

لب شیریں پہ سجن کے نہیں خط سیاہ ڈار ٹوٹی ہے مٹھائی پہ شکرخوروں کی

آبرو کو نہیں کم ظرف کی صحبت کا دماغ کس کو برداشت ہے ہر وقت کے ٹکتوروں کی

کیا بری طرح بھوں مٹکتی ہے کہ مرے دل میں آ کھٹکتی ہے

زلف کی شان تمہ اوپر دیکھو کہ گویا عرش میں لٹکتی ہے

تمہاری لوگ کہتے ہیں کمر ہے کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے

شخصے در تعریف این شعر لطیفہ گفتہ کہ کاتا چہ خوب شعر اندھا گفتہ است

ہیں بنگ کے نشے میں ہزاروں طرح کے رنگ سب بوٹیوں کے بیچ مرصع ہے یہ جڑی

دشمن جاں ہے تشنۂ خوں ہے شوخ ہے بانکا ہے ٹکب بوں ہے

دل کے چھپنے کو یہ لپکٹ چلنا — سحر ہے ٹونکا ہے افسوں ہے
شیخ خرقے میں جب مراقب ہو — گربہ مسکین ہے موئی جوں ہے
یوں آبرو بناویں دل میں ہزار باتیں — جب روبرو ہو تیرے گفتار بھول جاوے
دل کب آوارگی کو بھولا ہے — خاک اگر ہو گیا بگولا ہے
پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے — وے عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے
نے نام ہے بتایا نہ گھر کا دیا پتا — پوچھوں میں کس طرح کہ فلانے کدھر گئے
اٹھ چیت کیوں جنوں سی خاطر نچنت کی — آئی بہار تجکو خبر ہے بسنت کی
جیونا مثل حباب اس جگ میں دم کا پیچ ہے — یہ گرہ کھل جا تو دیکھو زندگانی ہیچ ہے
کام کرتی ہے تری دستار کاکل کا تمام — سر تمہارے پر سجن ہر پیچ ڈھیلا پیچ ہے
زندگانی تو ہر طرح کاٹے — مر کے پھر جیونا قیامت ہے
معشوق ہے وہی کہ وہ اپنے کہے کرے — اور ہم کریں جو منع نہ مانے وہی کرے
تبسم سے مجھے اُس کو تعطر سے — کیا ہے دو کو راضی کس ہنر سے

یکرنگ

مصطفیٰ خان یکرنگ تخلص معاصر میاں آبرو است بخدمت خان آرزو مشق سخن می کرد ابیات دیوانش همگی وتمامی قریب پانصد شعر خواهد بود سوائے اینکہ نبیرۂ خانجہان لودھی است ودر سلک ملازمان بادشاہ منسلک بود دیگر احوالش معلوم بندہ نیست ابیاتے کہ از دیوانش فراہم آوردہ ام این است۔

چاہتا تھا کہ کہے عشق کی باتیں یکرنگ — کیا کرے ہائے اُسے طاقت گفتار نہیں
برگ حنا اوپر لکھو احوال دل میرا — شاید کبھو یہ جا لگے دلربا کے ہاتھ
نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے — میرا صبر و قرار جاتا ہے

گر خبر لینی ہے تو لے صیاد | ہاتھ سے یہ شکار جاتا ہے

سیکدہ میں گر اس سر فعل نا معقول ہے | مدرسا دیکھا تو وہاں بھی فاعل و مفعول ہے

میر سعادت علی سعادت تخلص متوطن قصبہ امروہہ از فرزندان حضرت شاہ ولایت در کمالِ خوبی آدمیت است ریختہ را ابتلاش بسیار می گفت و در اقران و امثال خود امتیاز تمام داشت ہنوز سنش بپنجاہ نہ رسیدہ بود کہ بہ آزار تپ محرقہ از جہاں رفت خدائش بیامرزد ایں چند بیت از وست۔

ہوش کھوتے ہیں میرا یہ وہ انکھیاں مست | بس کہ ہوں کم ظرف ہوجاتا ہوں دو پیالوں میں مست

لکھا چاہے ہے تیرے قد کی تعریف | اُس کو کیا تراشا ہے قلم نے

شیخ تو جاتا ہے کیوں تسبیح کا وہاں دام لے | وہ صنم کب رام ہوتا ہے خدا کا نام لے

یہ دانا ایں دوانے جو مجھے زنجیر کرتے ہیں | میرا کوئی دم میں جی نکلے ہے یہ تدبیر کرتے ہیں

مت دکھا اس طرح کی آن بجھے | کوئی دم جینے دے جان مجھے

مثل آئینہ سادہ رویوں کے | موہنہ ہی دیکھے کی آشنائی ہے

شاہ ولی اللہ اشتیاق تخلص باوجود مذاق علمی چاشنی فقر داشت در کوٹلہ فیروز شاہ سکونت داشت انزوا گزیدہ اوقات عزیز بیاد الٰہی بسر می برد ہر گاہ کہ از تدوین و ترتیب نسخہ عقبیٰ فراغتش روے می نمود چیزے از قبیل فارسی بر سبیل تفنن فکر می کرد بندہ روزے بخدمتش حاضر شدم حرفہائے بامزہ می گفت مدت ہفت سال شد کہ بدار البقا انتقال نمود۔

لڑکوں کے پتھروں سے لگے کیونکر اُسکو چوٹ | ہر ایک گرد بانہے مجنوں کو دھول کوٹ

چھوڑ کر تجھکو ہمیں اوسے جب لاگ لگے | نہیں مہندی یہ تیرے تلووں سے ہے آگ لگے

بتاں جو ہجر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں — کچھ اُن کا دوس نہیں یہ خدا کی باتیں ہیں

محمد شاکر ناجی تخلص سپاہی پیشہ بود در مطاوے کہ مصرع شعر پر از معنی آبدار ودیعت می نہاد و بدرستی طبع ورسائی فکر داد سخنوری می داد و زادگاہ او دار الخلافت شاہجہان آباد است برادر فقیر کہ منعم تخلص می کرد و شعر فارسی بسیار بتلاش ہاے نیکو می گفت رابطہ اتحاد مربوط داشت گاہ گاہ بتقریب خانہ تشریف می آورد بندہ خود در خورد سالے اورا دو سہ بار دیدہ ام مزاجش خیلے مائل مزاح بود او تعالی رحمتش کناد

ہوا بازار گل کا دیکھ تجھ رخسار کو مندا — جو دیکھے تجھ قدِ آزاد کو طوبیٰ تو ہو بندا

نہ پوچھو خود بخود ہے عارض خورشید کی خوبی — لیا ہے ذرہ ذرہ حسن مہرویاں سے کر چندا

بلند آواز سے گھڑیال کہتی ہے کہ اے غافل — گھٹی یہ بھی گھڑی تجھ عمر سے اب تک نہیں چیتا

تجھ دلکو اپنی زلف میں لے جا سمجھ کے یار — نکلے گا پھر نہ دیر میں یوں ڈھہا ہوا

یہ داؤ کھا بڑے کا لگتا ہے لالچی سا — چھاتیوں سے مل مل انگل رہا ہے کیسا

مجھکو باتوں میں لگا معلوم نہیں کیا کہہ گیا — لے گیا جب دل تیں منہ دیکھتا میں رہ گیا

ڈوب کئے گئے ملک جب کھولے لب یار نے زلف — حیف ناجی کو نہ پوچھا کس لہر میں بہہ گیا

دہن جب لال ہو پانوں سے پی کا — خدا حافظ ہے تب غنچے کے جی کا

ترے رخسار کے پرتو سے اے شیخ — پری خانہ ہوا گھر آرسی کا

اس مغل زادے کے کہو بابا سے رکھ اسکو عزیز — مول ہے سارے بدخشاں کا یہ میاں لعل سا

بہا سستا ہو یا مہنگا نہیں موقوف غلے پر — یہ سب خرمن اسی کے ہیں خدا ہو جس کے پلے پر

شربت اکل کر نہ زاہد آتشیں لب سے چوس — شرم کر ڈاڑھی کی کیوں شعلہ کنے لیجا پھوس

رنگ میں ہوگا تراری اور نپٹ ملنے میں گرم — اس طرح کا سانولا کیا ہے جوں آل طوس

دیکھ سوہن تری کمر کی طرف — پھر کیا مانی اپنے گھر کی طرف

چاند تیرے روبرو خوبی کا کیوں آ کہے لاف — وہ تو داغی ہے تیرا جوں مہر رخسار ہے اُہ صاف

امردی ساری تم اپنی کر چکے کتب میں صرف — اب تو خط نکلا ملو گے کیوں نہ اسمیں کیا ہے حرف

جو کوئی کچھ کہے پگھل جاوے — شمع رو ہے ہمارا موم کی ناک

لیجاوے شہر شہر پھراوے بھی دشت دشت — کرتا ہے آدمی کو نہایت خراب دل

پیالا پیوے ہے سو ہو دوں سے — کھولے ہے لب ہزار زور دوں سے

نہ سیر باغ نہ ملنا نہ میٹھی باتیں ہیں — یہ دن بہار کے اے جان یونہی جاتے ہیں

نہیں تو بوسہ نہ دینے کہا نہ کہہ کے دیا — جنہوں نے وعدہ کیا تھا نہیں جاتے ہیں

مت کر آنا جو اس پہ جان آخر دل ہے — ٹک پھڑک لینے دے اسکو چھیڑ مت بسمل ہے

چراغ و شمع کی پروا نہ رکھ یہ تجھکو بالا ہے — نظر کرو لگی آنکھوں سے اندھیرا بھی اجالا ہے

سمجھتے تھے سبھی بنت العنب کو باکرہ یارو — سنو یہ بات بدمستی میں ایکدن ہم سے پھوٹی ہے

اس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں — عارضی میری زندگانی ہے

میرے دلکو تو زخمی کر چکے تم — اگر سر چاہتے ہو یہ جدا ہے

تبسم نت رقیبوں سے خلل ہے — ترے بھاویں ہنسی میری اجل ہے

کیا فردا کا وعدہ سرو قد نے — قیامت کا جو دن سنتے تھے کل ہے

جان ہے جوڑا ہے دلبر ہے — پر یہ مشکل کہ طالب زر ہے

لب جانبخش آگے تیرے سجن — جو مسیحا کا نام لے خر ہے

دہن غنچہ کی بات ایدل تو اپنی دہن میں رکھا ہے — خدا حافظ یہ دوزخ بھی ایک تیرے ڈر کا ہے

شعر خوبے است اما آن سر کفر افتادہ است ہر چند شطحیات شعر اپنیش ازاں است

کہ گفتہ شود لیکن با وجود شرف اسلام اینہا بسیار بعیدمی نہاد او سبحانہ تعالی برحمت خود کارکند وبگفتار وکردار ما نرو واز ناجی است

دو بالا ہو کے مخموری عبث آنکھوں کو ملتا ہے ‌‌‌ پیالہ اور بھی پی لے بجن یہ دور چلتا ہے
تجکو کیونکر جدا کروں اے جان ‌‌‌ زندگانی بہت پیاری ہے
نرگس کے تئیں ہیں ہرگز لاتا نہیں نظر میں ‌‌‌ دیکھی ہیں جنے آخر پیارے تمہاری آنکھیں
سخن سن اس بت کا فرادا کا ‌‌‌ جیا ہوگا کوئی بندہ خدا کا

مضمون

شرف الدین مضمون تخلص از فرزندان حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس اللہ سرہٗ بجمیع صفات موصوف وبہمہ حسنات معروف بود مولدش جائے است در نواح گراں کہ اورا جاجیوی گویند چوں سن شریفش از چہل تجاوز گردید دست از قید علائق برداشت وقدم در راہ آزادگی گذاشت لب دریا مسجدیست مسمی بزینت المساجد او را مسکن خود قرار دادہ بتوکل میگذرانید بسکہ ملین وخوش صحبت بود اکثر از مردم انجا آخر روز بطریق سیر در حلقۂ مجلس واردمی شدند چنانچہ سعدی گوید

ہر کجا چشمۂ بود شیریں ‌‌‌ مردم و مور و مرغ گرد آیند

بوقت موعودہ سر در پردۂ اختفا کشید و بعالم قدس ساس گردید خدایش بیامرزد شعر ریختہ را ابتلاش الفاظ ومعنی تازہ میگفت ایں چند بیت از دست

ہوئے ہیں ہر قطرہ ستی اپس آنسو ڈھلک دریا ‌‌‌ کہیں کیونکر نہ چشموں کو میرے مردم پلک دریا
کرے نہیں نوح کا طوفاں میری آنکھوں سے ہم چشمی ‌‌‌ گیا وہ خشک ہو کب کا یہ ہیں جاں اب تلک دریا
انسوں مار جھٹ پٹ لیتے ہیں دلکو اٹکا ‌‌‌ کن ساحروں سے سیکھا زلفوں نے تیری لٹکا
چھپ کر مخالفوں سے آ اس طرح پلنگ پ ‌‌‌ کوئی سنے نہ پیارے تیرے قدم کا کھٹکا

الوکا رسا اے مثل تنور مضموں یک قرص ناں کے خاطر تو کیوں پھرے ہے بھٹکا
کلی کھلتی ہے وہاں اسکی جہاں خندہ ونکا ہے ریلا ہوا معلوم مجھکو یہ کہ اب یہ طفل کھل کھیلا
بند شیشے میں کیا ہے تو بھی پھڑکاتی ہے انگ دختر رز کی نہیں جاتی ہرگز تاک جھانک
صدق سے بوسہ طلب کرتے ہیں گر باور نہیں مصحف رخسار پر پیارے رکھا لو ہمسے ہاتھ
چلا آگے سے جب کشتی میں وہ محبوب جاتا ہے کبھی آنکھیں بھر آتی ہیں کبھی دل ڈوب جاتا ہے
ہمارا اشک قاصد کیطرح یکدم نہیں تھمتا کسی بیتاب کا شاید لئے مکتوب جاتا ہے
ہم فقیروں میں تمہارا اے میاں کیا کام ہے تم تو طالب زر کے ہو اور یہاں اللہ کا نام ہے
نہ یہی فتنہ قد و قامت ہے ہنس کے پھر دیکھنا قیامت ہے
کرنا تھا نقش روئے زمیں پر ہمیں مراد قالی اگر نہیں تو نہیں بوریا تو ہے
ایک تو تھا ہی وہ مہ رو خود پسند ہو گیا دیکھ آرسی کتیں دو چند
خط اُس کے آگیا ہے میری ہی سفید ریش ملنے کو ابتیں وہ بتاتا ہے شام و صبح

احسن اللہ معاصر میاں مضمون و آبرو بود دبر دیہ شعر اینہا تلاش لفظ تازہ و ایہام میکرد اما از غایت ہجوم الفاظ معنی شعرش کمتر بنظر می آید ابیاتے کہ بعد غربال کردن دیوانش برآوردہ ام اینست

لام نستعلیق کا ہے اس بت خوش خط کے زلف ہم تو کافر ہوں اگر بندے نہوں اسلام
نہیں مضمون خط احسن اللہ کہ حسن خوبرویاں عارضی ہے

شرف الدین علی پیام تخلص مرد عزیز الوجود بودہ است اصلش از خاک اکبر آباد است شعر فارسی بکمال تشنگی می گفت نظم ہائے رنگین و نثر ہائے متین دارد اتوالش سن وعن داخل تذکرہ خان آرزو است و این دو سہ شعر ریختہ نیز از وست

بات منصور کی فضولی ہے — ورنہ عاشق کو آہ سولی ہے
دلی کے کجکلاہ لڑکوں نے — کام عشاق کا تمام کیا
ایک عاشق نظر نہیں آتا — ٹوپی والوں نے قتل عام کیا

میر ناصر ساماں تخلص می کرد و باکمال بے سروسامانی می زیست وطن او جونپور است در ابتدائے سلطنت محمد شاہ بدار الخلافہ اقامت واشت و اکثر بخدمت خان آرزو ملاقات می نمود و دیگر احوالش معلوم فقیر نیست ایں مطلع و حسن مطلع ازو اثیمیں کیونکر: اس دل سے بہھو کے — کبھو تھے آشنا ہم بھی کسو کے
رقیب اس بھانت جلتے ہیں ہیں دیکھ — گویا رشتے میں ہیں اس شمع رو کے

بینوا تخلص شاعرے بود گمنام از ساکنان قصبہ سیام شوخ چشم ظریف طبع گاہ گاہ بطریق لطیفہ شعر بدیہہ می گفت و در اوائل سلطنت محمد شاہ بدار الخلافت رسید و از ہر یکے کہ دراں عرصہ بعرصہ بود ملاقی گردید روزے در مجلس مشاعرہ وارد شد میاں شاہ مبارک آبرو کہ احوالش گذشت بد و التفاتے نہ کرد بعد دیرے کہ چار شدند گفت کہ میاں آبرو صاحب شما از احوال مخلصاں ایں ہمہ تغافل می کنند کہ گویا جائے ہیں چشم نہ شدہ اند چوں ایشاں یک چشم نداشتہ ایں لطیفہ بغایت موقع افتاد و ہر یکے حضار خندہ بسیارے کرد غرض کہ از تحائف روزگار بود خدایش بیامرزد و از دست

بینوا ہوں زکواۃ حسن کی دے — او میاں مالدار کی صورت

محمد اسمعیل بیتاب تخلص می کرد شاگرد میاں یکرنگ بود گاہ گاہ فکر شعر می کرد ہنوز از مرتبہ نمود و نیست نیامدہ بود کہ برحمت خدا رفت ۔

نہ ہوتا گر کسی سے آشنا دل | تو کیا آرام سے رہتا مرا دل
تڑپ کر مر گئی بلبل قفس میں | پڑی تھی ہائے کس ظالم کے بس میں

محمد محسن، فدوی تخلص از نجیب زادہ ہائے دہلی است با میاں مضمون و آبرو صحبتہا داشتہ است در علم موسیقی مہارتے تمام دارد و ستار را بربط نیکو می نوازد و انچہ معلوم است از استکتاب اشعار و ابیات خویش متنفر است با فقیر آشنا است۔

ایک ملنا غیر کا تو چھوڑ نہیں سکتا سجن | دیکھ تو عاشق نے تیرے واسطے کیا کیا تجا

محمد حاتم، حاتم تخلص ہمصحبت میاں مضمون و آبرو است اصل و منشاء ی شاہجہاں آباد است در روزگار سلطنت محمد شاہ بادشاہ منصب نیکی و خدمت بکاولی نواب عمدۃ الملک مغفور پایہ امتیاز داشت بعد فوت او توکل روزگار نمودہ کمال آزادگی می گزارند کلیاتش ضخیم است و ابیات دیوانش قریب چہار ہزار بیت از نظر گذشتہ شعر خوب جستہ جستہ می برآید حق تعالی سلامتش دارد

دلوں کے راہ میں خطرے پڑے ہیں کیا یارو | کہ چند روز سے موقوف ہے پیام سلام
بتِ عاشقوں پہ جور و ستم اس قدر کرو | عالم کا ڈر نہیں تو خدا کا تو ڈر کرو

شہاب الدین ثاقب تخلص متوطن سیوہارا است مشق سخن بخدمت میاں آبروی کرد سابق بریں چہار سال اتفاق دیدنش افتادہ الحال مفقود الخبر است شاید بوطن خود رفتہ باشد۔

ثاقب کی لاش اوپر قاتل نے آکے پوچھا | یہ کون مر گیا ہے کس کا ہے یہ جنازہ

میر لچھمن، پاکباز تخلص خلف الرشید میاں شاہ کمال است پدر بزرگوارش شیخ

تمام دارد روز جمعہ مجلس سماع بخانہ اش مقرر است اکثر قوالانِ شہر در آنجا می آیند و دیگر مردم بتقریب سماعت نیز حاضر می شوند نیکو ادائے ہائے تواجد شیخ شہرۂ آفاق است بندہ در میانِ مجلس بخدمت میاں پاکباز ملاقات کردہ ام گویند در مبادی حال فکر شعر می کرد و از مصطفیٰ خاں یکرنگ اصلاح می گرفت ایں یک شعر بنام او شہرت دارد

مجھے بہتے ہیں نت دردو الم گھیرے میاں صاحب　　خبر لیتے نہیں کیسے ہو تم میرے میاں صاحب

مراد علی قلی، ندیم تخلص مولدش شاہجہاں آباد است در فرقہ کہ در بخطاب خانی سرفراز بندار و سابق بریں چند سال اکثر مرثیہ حضرت ابی عبد اللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بقوت تام و قدرت تمام می گفت و در مشکل ترین ردیف و قوافی طبع آزمایہا می کرد چنانچہ شہرت ابیاتش گواہ عدل ایں دعوی است بالفعل کہ طرز گفتن مرثیہ بے او دلنشین مردم است دست ازیں کار برداشتہ بگفتنِ شعر ریختہ مشغول است حق تعالی سلامتش دارد۔

جدائی میں تیری ہم کیا کہیں کس طرح جلتے ہیں　　بجائے مو بدن سے شعلہ آتش نکلتے ہیں

بیقرار عشق کو ہے زندگی نقص کمال　　مرچکے سیماب تب کہتے ہیں یہ اکسیر ہے

جعفر علیخاں، عمدہ عمدہ زادہ مقرریست بطلاقت لسان و عذوبت بیان نظیر ندارد گاہ گاہ یکدو مصرع ریختہ فارسی موزوں می کند بندہ بخانہ نواب نعمت اللہ خاں قرادل بیگے بادشاہے بخدمتش ملاقات کردہ ام انواع شعر را بروجہ اتم می فہمد

نہ ہو کھوجی ہمارے آنسوؤں کے منزل و رہ کے　　خدا جانے کدھر یہ بے سر و پا جائیں ہیں بہ کے

ٹیک چند قوم او زرگر بود بہار تخلص می کرد علم منطق و معانی مع دیگر علوم بدرستی ورزیدہ علی الخصوص در تحقیق لغت دست دانی داشت چنانچہ دریں باب خودش کتابے

میر

بہار

تصنیف کردہ کہ نامش بخاطر نیست وازیں قبیل چند تصانیف دیگر دارد و وقتے کہ خان آرزو سراج اللغتہ تصنیف می کردند بعضے غلطی ہا برآورد وایشاں از غایت انصاف کہ خاصہ کمال است دخلہائے وے خاں برداشتند اکثر شعر فارسی می گفت گاہ گاہ دوسہ بیت ریختہ نیز موزوں نمودہ۔

کہیں تسبیح کا رشتہ کہیں زنار کہتے ہیں	وہی اک ریسماں ہے جسکو ہم تم تار کہتے ہیں
معاصی گو ہمارے بیش ہیں کچھ مغفرت کم ہے	ہمیں واعظ ڈراتا کیوں ہے دوزخ کے ڈرکوں سے
مجھے ایسا خرابی کیا تجھ کو منا جاتے	نہیں معلوم کیا حکمت ہے تیغ اس آفرینش میں

عاصی

خواجہ برہان الدین عاصی تخلص از نبائر خواجہ احرار در کمال دانائی وہشیار خرامی و بذلہ گوئی و نادر کلامی مستثنائے روزگار بود در عالم جواہر شناسی بصارت تمام داشت مولدش شاہجہاں آباد است در محلہ بہار پورہ کہ واقعہ شہر نو است با اعزاز و امتیاز بسر می برد اکثر فکر شعر مرثیہ می کرد وگاہ بپاس خاطر احبا دو سہ بیت غزل نیز موزوں می نمود سابق بریں دو سال از جہاں رفت با فقیر جوششہا داشت خدایش بیامرزد از دوست۔

ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا	چمن کے تخت پر جسدن شہ گل کا تجمل تھا
بتاتا باغباں رو رو کے یہاں غنچہ تھا یہاں گل تھا	خزاں کے دن جو جا دیکھا نہ تھا جز خار گلشن میں

حشمت

محمد علی حشمت تخلص از مردم کشمیر بود حیا و حمیت و آدمیت خلاف کلیہ وطن داشت سابق بریں دو سال برفاقت قطب الدین علی خاں کہ آوازہ سخاوت و شجاعت وے در اطراف و اکناف عالم شہرتے عظیم دارد و معہذا بشرح و بسط آں تنگ حوصلگی ہائے ایں اوراق برمی تابد بسمت چکلہ مرادآباد رفتہ بود چوں درانجا با فوج علی محمد روہیلہ

پاے جنگ بیاں آمدہا آنجا مع خاں مذکور بجرأت تمام کشتہ شد خدایش مغفرت کناد

خط نے تراحسن سب اڑا یا | یہ سبز قدم کہاں سے آیا

حکیم یار علی خاں تخلص بشفا جوانیست مستعد کم وبیش از ہمہ جا آشنا علی الخصوص در فن طبابت دست خوبی داشت گاہ گاہ دو سہ بیت ریختہ وفارسی نیز می گوید بہرحال مرد خوبے است ہرجا کہ ملاقات می نماید بسیار بروے کرم پیش می آید خدایش زندہ دارد از وست

جوں ڈانک کے دینے سے دونا کھلے ہے یاقوت | چمکا ہے رنگ پان سے جوہر ترے لبا لکا

محتشم علی خاں حشمت تخلص می کرد اصلش از شاہجہاں آباد است پدر بزرگوارش میر باقی نام از مردمان مشاہیر بود گاہ گاہ دو سہ شعر ریختہ وفارسی باکمال تازگی می گفت و در سلک ہر مصرعش گوہر معنی نایاب می سفت قبل ازیں ہفت سال برگ دفعتہ ازجہاں رفت اوتعالی جنتش کناد از وست

نکہت گل نے جگایا کسی زنداں کے بیچ | پھیر زنجیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ

بہار آئی دیوانے کی خبر تو | اگر زنجیر کرنا ہے تو کر تو

مخلص

راجہ نند رأم مخلص تخلص قوم کھتری وکیل اعتماد الدولہ مغفور بود باوجود مرجعیت وکثرتِ جواب وسوال دربار صبح وشام شعر فارسی بدرستی تمام می گفت بخدمت خان آرزو ہنگامہ موافقی گرم داشت ومشورۂ سخن نیز بخدمت ایشاں می کرد چوں رواج فن ریختہ بسیار دید خودش سہ چار بیت ازیں قبیل موزوں کرد چنانچہ ایں شعر از وست۔

دھوم آدمی کی کے کس کی گلزار میں پڑی ہے | ہاتھ ار گجے کا پیالہ نرگس لئے کھڑی ہے

نادر

نادر تخلص نوجوانے بود نادرہ گوئی شعر بہ ندرت بیگفت واکثر از خطوط خوب می نوشت ظاہر اور سلک رسالہ آحدیاں بادشاہے سرفرازی داشت قبل ازیں دو سال در کوٹلہ فیروز شاہ کہ قدیم مسکن وے بود مسلول شدہ انتقال نمود۔

زلف کو کہنا پریشاں عقل سے دور ہی ہے — ہر گرہ میں دل ہے اس کے گانٹھ کی پوری ہے
دلبر کہیں ہو چشم سے عاشق کے دور نہیں — دل مل رہے ایں چشم کا ملنا ضرور نہیں
پلٹے ہی جاہے چہرے سے خورشید رو کی زلف — اتنی بڑی ہوئی پہ ذرا بھی شعور نہیں

سجاد

میر سجاد جوانیست مستعد متوطن شاہجہان آباد بصفات حمیدہ موصوف و اخلاق پسندیدہ معروف صنائع لفظے را ابتلا شہاے معین مقارن معنی نشاندہ ومعنی را بوساطت الفاظ رنگین باوج سربلندی رساندہ۔

شعر گر وصف چشم میں وہ کہے — ہے معنی میں اس کے یوں ابہام
کر تو باور کہ جس طرح دو مغز — ہوئیں توام میاں یک بادام

ابیات دیوانش قریب ہفصد شعر در نظر در آمدہ شعر بیحاصل کمتر می آید

کافر بتوں سے داد نہ چاہو کہ یہاں کوئی — مر جائے گر ستم سے تو کہتے ہیں حق ہوا
ہوتی نہیں ہے سرد ہمارے یہ دل کی آگ — لاگی ہے جس زمانے سے جلتی ہے دھر دھار
تھکی ہیں بسکہ تیرے راہ دیکھ دیکھ کے چشم — مژہ سے ان کے مژہ تک ہے ہمایں کا کوس
رہا تو زلف میں جا دل پہ زرہے آنکھوں کا — ہے ایں خونی و خونخوار خانہ جنگ پڑوس
کس طرح کوہ کن پہ گزریں گی — ہجر کی یہ پہاڑ سی راتیں
میرے تمام حال کی تقریر ہے یہ زلف — روز سیاہ نالہ شبگیر ہے یہ زلف
اگر وہ صبح کو مجرا کسی کا لینے کو — نکل کے گھر ستی آوے تو ہم سلام کریں

شب ہجر میں میرے جلنے کی قدر — نہیں پوچھے شمع اسکو بجھاؤ
میرا جلا ہوا دل نہیں اس مژہ کے لائق — اس آبلے کو ناحق کانٹوں میں کھینچتے ہو
عشق گردش نیا آسمانی ہے — یہ بلا کوئی ناگہانی ہے
رات اور زلف کا یہ افسانہ — قصہ کوتہ بڑی کہانی ہے
سرخی لب ہر آن میں کچھ ہے — یوں کچھ اور رنگ پان میں کچھ ہے
اس زمانے کی دوستی کا رنگ — آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے
نہیں پہنچتی ہے جب تیں اس کے تیاں تلک — تب تلک ہماری خاک کی ماٹی خراب ہے
یار کا جامہ ہمیں ہیگا عزیز — یوسف اپنا پیرہن تہ کر رکھے
دل کی جمعیت نہ کھو لب کھول کر — ہوتی ہے غنچہ پریشاں بول کر
بند میں مت ہو دوانے عقل کے — کر گریباں چاک چھاتی کھول کر

فضل علی دانا تخلص مولدوے شاہجہاں آباد است انجا کہ رتبہ وحالت اوسے
شاعری دوں مرتبہ است بخدمت مولوی برہان الدین کہ از مشائخ کبار این زمان
است بسبب ارادت درست بکمال آزادی وآزادوضعی میگذارند ہرچند بظاہر
در ذیل خواصان بادشاہے پابند علاقہ روزگار است لیکن درحقیقت از ہمہ چیز
دست بردار گویند روزے در لشکر نزدیک سراچہ خاص ہمراہ آشنایان دربار
نشستہ چیزے میخورد دریں اثنا حضرت ظل سبحانی بادو سہ خواجہ سرا از سوئے
خیمہ برآمدند دیگراں دست وپا گم کردہ از سر طعام برخاستند گراین بابا کہ
از جائے خود حرکت نہ کرد حضرت کہ چنیں ملاحظہ کردند باز داخل سراچہ شدند
روز دوم کہ ایں عزیز باریاب مجرا گردید باشارہ فرمودند کہ پیش بیا چوں نزدیک رفت

ارشاد شد کہ اے شکم پرور دیروز ما بدولت و اقبال بر آمدیم و تواز سر طعام برنخواستی عرض نمود کہ فی الواقع تقصیر دارم لیکن درانوقت مشغول تعظیم شخصے بودم کہ تعظیم وے نعمت وابستہ اوست و ایں کلمہ راقسمے بر زبان راند کہ بر دلہا موثر افتاد و حضرت از غایتِ انصاف براستقامت وے آفریں ہا خواندند و تکلیف نوکری او را معاف

بہرصورت خدا کو دیکھنا عنوان ہے میرا | یہی توحید میں مصرع سر دیوان ہے میرا
مقابل بیٹھ کر میرے مجھے باتوں ہی میں بہلا | میرا دل لیگیا حجام کا سر کتیں سہلا
ترے چہرے کی گرمی سے ہوئے یہ ریوں آنکھیاں | کہ جوں خورشید کی تابش سے جاتے ہیں ہرن کہلا

سلیمان نام نوجوانیست کہ در حسن و جمال عدیم المثال است دلش فریفتہ او بود چنانچہ دریں شعر نام او آورد و از دانا ست۔

اے سلیماں باخبر ہو ملک خوبی کو سنبھال | خط کا آپہنچا حسن کرنے کو تیرے پوچال
سادہ لوحی میں جو کچھ کہتا تھا تو سنتے تھے ہم | ابتو خط نکلا ترے اے شوخ اپنا منہ سنبھال
نہ چاٹے خون کو جس روز میرے اوسکے فاقہ ہے | رگ گردن کے میری اوسکے خنجر کو ملاقہ ہے
تجھ انتظار میں پیارے مثال آئینہ | تمام عمر پلک سے میری پلک نہ لگی
نہیں مٹنے کے کیوں رگڑے ہے سر سجدے میں اے زاہد | لگی جو بات ماتھے پر مقرر وہ تو پیش آئی
جب گفتگو میں تم نے غنچہ سے منہ کو کھولا | جھڑتے ہیں پھول گویا کیا بات ہے تمہاری

قزلباش خاں امید تخلص مغل ولایت از بخلائے ایران زمین است تمام عمر در عیاشی و عاشق پیشگی بسر برد و در سنہ احد شہید مرحوم بنا بر تفرقہ ایران بمالک ہندوستان افتاد و خوش طلعتاں ایں جانہ گزاشتند کہ باز بوطن خود رود و ہمیشہ مصروف

امید

گپ زدن ولطیفہ گفتن ازینہا بود علی الخصوص نوربا ے راازخوبان جہاں بسیار دوست می داشت چنانچہ روزے بائے مذکور بخانہ ایش مہمان بود اتفاقاً ہنگام اختلاط مذکور طبابت درمیان آمد گفت خاں صاحب دے روز بنابر بخار چشم پیش حکیم رفتہ بودم فصد تجویز کردہ است صاحب دریں امر چہ می فرمایند تبسم شدہ جواب داد حکیم ہیچ می گوید اگرازمن می پرسید برائے شما حجامت بسیار مناسب است چوں برائے دفع آشوب چشم محجمہ گذاشتن معمول اطبا است ایں لطیفہ بغایت موقع افتاد غرض زندگی دہ روزہ بخلاف اہل دانش بنوعی بسر برد کہ رشک عمر نوح میتواں گفت او تعالی رحمتش کناد

یار بن گھر میں عجب صحبت ہے   در و دیوار سے اب صحبت ہے
ٹال دیتا ہے ہنسکے باتوں میں   رو کے کہتا ہوں جب میں اپنا حال

زمان

اسدیار خاں المتخلص بانسان ساختہ پرداختہ نواب امیر خاں در کمال فطرت و فطانت وغایت تمکین و متانت شہرہ آفاق بود چوں نواب سطور بصوبہ داری الہ آباد تشریف فرمود ایں ابار ابصلح بعضے امور در حضور پرنور مقرر نمود از انجا کہ مصاحب درست واقع شدہ بود در عرصہ چند روز بدل بادشاہ غفران پناہ جا گرفتہ مخاطب بخطاب اسدالدولہ بہادر کرد ہر چند بنابر کثرتِ اشتغال امور ملکی دماغ شعر شاعری نداشت مطلع از وست۔

جہاں بکے بیچ اپنے آن میں ہر ایک پکا ہے   نظر کر دیکھ مشت خاک میں کیا کیا جھمکا ہے

انجام

نواب امیر خاں تخلص دے انجام است از بنائر شاہ نعمت اللہ ولی بود عیالش در ہندوستان بشرف امارت وزارت در ہمچشماں خود اعزاز و احترام داشتند خودش

در زمانِ سلطنت محمد شاہ بادشاہ بمنصب ہفت ہزاری وخدمات متعددہ سرافرازی داشت پیش آمدش در حضور اقدس اعلی موجب حسد وغبطہ معاصرانش بود چنانچہ بعد انقضائے ہنگامہ نادر گروے بسبب رنجش نواب آصف جاہ بصوبہ داری الہ آباد رفت و بعد از چندے کہ حضرت ظل سبحانی فرمان طلب برائے او فرستادند در جواب آن عرضے کرد و مطلع ریختہ کہ بعد ازین مرقوم خواہد شد ہماں وقت موزون نمودہ در عبارت آن مندرج ساخت آخر الامر بنوشتہ وزیر مرحوم اعتماد الدولہ بہادر بحضور آمد سال تمام برآن نکشید کہ قضا برگ پان بصورت جمدہر فولاد ساختہ بدست غلام نمکحرام ازمین جائے دروازہ قلعہ بادشاہے برائے رخصت روح او فرستاد حق تعالی رحمش کناد از وست

اب بھی احسان ہے تیرا جو نہوں آزاد ہم — پھر چمن میں جائیں کیا منھ لیکے اے صیاد ہم

مرزا گرامی خلف عبد الغنی بیگ قبول از مردم کاشمیر است شعر فارسی بوضع خود بسیار مرتبہ می گفت چنانچہ احوالش بن وعن داخل تذکرہ ہائے فارسی است و از انجا کہ چیزہائے چند از قبیل شعبدہ دبیر نکات بدست آوردہ عالمے را آب میراند و بطور ملاحدہ وضندقہ با کمال بے معنی و بے باکی می زیست ہموارہ مطعونِ زمان ارباب تحقیق می بود در آخر سلطنت حضرت فردوس آرامگاہ حرف وجودش کزلک فنا از صفحۂ روزگار بر داشت گویند ایں شعر ریختہ از وست۔

حاضری بن محل نہیں کھاتا — بیگمی ہے پنیر منعم کا

کمترین از قوم افاغنہ از قبیلہ ترین بود بہ ہمیں نسبت کمترین تخلص مینمود در عالم ہزل گوئی و ہجو پردازی نظیر خود نداشت چنانچہ ہفصد شعر در مذمت اہل حرفہ بر سبیل شہر آشوب از وے یادگار است مدت العمر در دار الخلافہ بسر برد آخر حال در سرکار وزیر الممالک نواب

غازی الدین خاں بموجب در خور میگذرانید ورہیں سال از جہاں رفت

اگر یہاں دوں سے عقدہ نہیں ملتے ہیں ذاتوں میں | توکیوں پیسے کماتے ہیں نقلیں کر براتوں میں
پلا کر ست نفرانے کو تاڑی | اگاڑی سی اصطبل کی جا پچھاڑی

طبقۂ سوم

دربیان اشعار واحوال شعرائے متاخرین بر متتبعان فن ریختہ مخفی ومحتجب نماند انچہ الحال اشعار واحوال شعرائے متاخرین نوشتہ می آید طرز کلام اینہا ما بر وفق فارسی است چنانچہ جمیع صنائع شعرے کہ قرار دادہ اساتذہ اسلاف است بکار می برند واکثر از ترکیبات فرس کہ موافق محاورہ اردوے معلی مانوس گوش می یابند منجملہ جائزالایراد می دانند الا ترجمان زبان مغل بریختہ کردن بتبیح است چہ دریں صورت صحت زبان یکے از ہر دو نمی ماند واگر بعضے از اصطلاح کہ زبان زد مردم فصحائے ایں دیار بودہ آید چنداں مضائقہ ندارد اما اتباع وتقلید کساں طبقہ اولی کہ یک مصرع شان ریختہ ودیگرے فارسی است ودر بعضے مقام ریختہ فارسی بالفاظ غیر مانوس مخلوط ہم ساختہ مذموم محض می انگارند بہر حال ایں منتخب طویل الذیل موقوف بر سلیقہ شاعر باید نمود بیش ازیں بر صداع سامعان نباید افزود اگر در خانہ کس است اشارتے بس است گوہر یکتائی سیادت لعل بے بہائے کان نجابت علت غائے وجود سخن ملہم معنی آسمان سخن افضل الفضلا افصح الفصحا میر شمس الدین فقیر سلمہ اللہ تعالی مردے از خاندان بزرگ در نہایت فضل وکمال است پسر نواب سعادت خاں امیر الامرائے عہد میرزا احمد کہ عبارت از سیف الدولہ بہادر است مشق سخن بخدمت آں سید جلیل القدر

می نمود چون مستغنی المزاج بش یافت نقدی مبلغ دوصد و بست روپیہ بے تکلیف نوکری بفرقہ اَحَدیاں بسماجت تمام بنام او مقرر ساختہ ہر چند لائقش نبود لیکن برائے احتیاجات ضروری کہ انسان را ازو گریز نیست طوعًا و کرہًا قبول نمودہ غرض در فن شعر فارسی فکر رسائے دارد و بنا بر تفنن طبیعت دو سہ بیت از قبیل ریختہ می فرمائے

ترا منہ دیکھ بلبل گل ستی بیزار ہو جائے اگر گل تجھ تلک پہنچے گلے کا ہار ہو جائے

زندگی موج آب ہے گویا دم کا آنا حباب ہے گویا

خال تیری بیاض گردن پر نقطۂ انتخاب ہے گویا

مرہم گزار سینہ ریش یعنی باد شاہ و بصورت درویش معنی آگاہ عارف باللہ مرزا جانجاناں مظہر سلمہ اللہ تعالی عالم و عامل عارف و کامل سرآمد ارباب تحقیق و پیش رو اہل تدقیق است در ظاہر و باطن مرتبہ رفیع و شانے عظیم دارد در اوائل جوانی کہ مقتضائے آن ظاہر است بشعر و شاعری مشغول بود آخر حال خود را ازاں اندیشہ باز داشتہ بر سجادہ طاعت بفقر و قناعت می گذارند و ہمیشہ ہمتش مصروف تکمیل اہل ارادت می باشد ایں چند بیت ریختہ وغیرہ تلامذہ این فن برائے تعلیم انعام اللہ خاں یقین موزوں کردہ از دست

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے کہاں اس کو دماغ و دل رہا ہے

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو یہی ایک شہر میں قاتل رہا ہے

نہ آوے بالش مخمل او پر خواب یہ سر پاؤں سے تیرے ہل رہا ہے

ہنسنے کی ہے تو یہ درد میں بچاتی ہے ہائے کچھ چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے ہائے

لالہ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور کیا قیامت ہے موؤں کو بھی ستاتی ہے ہائے

قاتل کو دیکھ بھیڑ گلی کے سمٹ گئی
یہ راہ چھاتیوں کے کواڑوں سے پٹ گئی

اودہر نگہہ کی تیغ اودھر آہ کی سناں
اس کشمکش میں عمر ہماری ہی کٹ گئی

چلے ہم گل کے ہاتھوں سے جلا کر خانماں اپنا
بکھیڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا

رقیباں کی نہ کچھ تقصیر ثابت ہے نہ خوباں کی
مجھے ناحق ستاتا ہے یہ عشق بدگماں اپنا

کوئی آزاد کرتا ہے سجن اپنے کو ہے ظالم
یہ دولت خواہ اپنا مظہر اپنا جانجاں اپنا

گر گل کو گل کہوں تو تیرے رو کو کیا کہوں
بولوں نگہہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں

کیکے خون کا پیاسا کسی کی جان کا دشمن
نہایت منہ لگایا ہے سجن نے بیڑیاں کو

آتش کہو شرارہ کہو کو نیلا کہو
ست اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

مرتا ہوں میرزائی گل دیکھ ہر سحر
سورج کے ہاتھ چوری دیکھا صبا کے ہاتھ

مظہر چھپا کے رکھ دل نازک کو اپنے تو
یہ شیشہ بچتا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

عندلیب خوش نغمہ گلشن روزگار گل سر سبد محافل اشعار یگانہ کشور فضل نقادۂ دودمان کمال انتخاب نسخہ صاحب کمالی حضرت میرزا رفیع سودا مدظلہ العالی دریچہ نزہتگاہ معنی بروے وے کشادہ است کہ دو مصرع کلک معجز طرازش شہرت را آمادہ اشعار رنگیں و قصاید متیں دارد چنانچہ قصیدہ کوہ و پیکر و در مدح بہار و بحر بیکراں و تضحیک روزگار وغیرہ از تصانیف اوست والد شریفش میرزا شفیع نام مغل زاد بعمل تجارت مشہور بود بوقت معہودہ بقدس برین خشافت زرے از ترکہ وے بدست مرزا افتاد و در مدت قلیل بمقتضاے شاعر مزاجی بر سبیل باد دوستیہا بباد داد و بمصاحب پیشگی برآمد قبول ملوک نامدار و تقرب سلاطین عالی مقدار او را میسر گشت بالفعل بخطاب ملک الشعرائی کہ ہمین پایۂ سخنوراں است

اعزاز و امتیاز دار والی سایہ اش از سر بے سروپایاں کم مباد مجنون و فرہاد

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

بکیس کوئی مرے تو جلے اُس پہ مل میرا
گویا ہے یہ چراغ غریبوں کے گور کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئیں تو مزہ ہے شراب کا

موج نسیم آج ہے آلودہ گرد سے
دل خاک ہوگیا ہے کسی بیقرار کا

کیونکہ وہ شوخ کتابت لکھے مجھ کو جنے
کھیل ہے ضد سے میری چھوڑ دیا پانی کا

زباں ہے شکر میں قاصر شکستہ بالی کے
کہ جنے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نجائیگا
جوں اشک پھر زمیں سے اٹھایا نہ جائیگا

رخصت ہے باغباں کہ ٹک دیکھ لیں چمن
جاتے ہیں واں جہاں سے پھر آیا نجائیگا

ظالم نہ میں کہا تھا کہ اس خوں سے در گذر
سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نہ جائیگا

داماں و داغ تیغ جو دھویا تو کیا ہوا
عالم کے دل سے داغ دھولایا نجائیگا

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہو سکا

نواحی میں تیرے کوچے کی ہے یہ حال ہوا
کہ جوں چند آشیاں گم کر کے بستی میں پھر بھٹکا

سودا ہوئے جب عاشق کیا پاس آبرو کا
سنتا ہے اے دیوانے جب دل دیا تو پھر کیا

موج آتش ہے سیل آنکھوں سے
شاید اب دل کا آبلہ پھوٹا

تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا
لذت کو اسیری کے کر یاد بہت رویا

تصویر میری تجھ بن مانی نے جو کھینچی تھی
انداز سمجھ اس کا بہزاد بہت رویا

سودا کسے کہا میں نے دل میں ہی کیکو دل
وہ کر کے بیاں اپنا روداد بہت رویا

ساقی ہماری تو بہ تجھ پر ہے کیوں گوارا — منت نہیں تو ظالم ترغیب یا اشارا

تیرا دل مجھ سے نہیں ملتا میرا دل رہ نہیں سکتا — غرض ایسی مصیبت ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا

بھرے ہے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے منھ موڑا
الٰہی ان نے داڑھی کے سوا کس چیز کو چھوڑا

طپش کی اندروں دل نے نئی صورت نکالی ہے
ٹپکتا ہے پڑا آنسوں کو یوں پکتا ہے جوں پھوڑا

تجھ بن عجب معاش ہے سودا کی اندنوں — تو بھی ٹک اس کو جاکے ستمگار دیکھنا

نے حرف و نے حکایت و نے شعر نے سخن — نے سیر و باغ نے گل و گلزار دیکھنا

خاموش اپنے کلبۂ احزاں میں روز و شب — تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا

یا جا کے اس گلی میں جہاں تھا ترا گذر — لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا

تسکین دل نہ اسمیں بھی پائے تو بہر شغل — پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں تجھکو غیر پاس — پر جو خدا دکھا دے سو ناچار دیکھنا

جو گذری مجھ پہ مت اس سے کہو ہوا سو ہوا — بلاکشانِ محبت پہ جو ہوا سو ہوا

مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر — مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

میں دشمن جاں ڈھونڈ کے اپنا جو نکالا — سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالیٰ

جب مست چمن سے ہو چلا گھر کو وہ لالا — غنچے نے صراحی لی اٹھا گل نے پیالا

کہتا ہے نگہ سے یہ ترا گوشۂ ابرو — دیکھے جو کوئی خون گرفتہ تو نکالا

فتنہ ہی اٹھاتے ہو گئی پشت فلک خم — ہرگز کسی گرتے کو نہ ظالم نے سنبھالا

برہم کرے جمعیت کونین کو پل میں — لٹکا وہ تیری زلف پریشاں میں دیکھا

سودا جو تیرا حال ہے اتنا تو نہیں وہ — کیا جانئے تو نے اسے کس حال میں دیکھا

دیکھا ہے تجھکو در پہ ترے جنے ایکبار — پھر جب تلک جیا پس دیوار ہی رہا

ٹک جاگ لے تو چھوڑ کے غافل پلنگ خواب — آخر تو پھر یہی ہے کہ چھاتی پہ سنگ خواب

بیداری مسجدوں کی خوشا حال زاہدا — اک ہم ہیں روسیہ کہ خرابات و بنگ و خواب

آہ کس سرو میں قمری ہے قد یار کیطرح — نالہ کرتی ہے تو میرے دل افگار کیطرح

کل رخصت بہار تھی شبنم صفت میں زور — رویا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

یا تبسم یا نگہ یا وعدہ یا گاہے پیام — کچھ بھی اے خانہ خراب اس دل کے سمجھانے کیطرح

یہ زندگی میری وحشت کا ننگ ہے صیاد — قفس مجھے تیرے چنگل سے ننگ ہے صیاد

ہوا ہے حال میرا اسکو باعث تضحیک — کہ دیکھ کر مجھے کہتا ہے شوخ ہاں فریاد

خرمی پھرتی ہے یوں اسدل پر غم سے دور — جوں پھریں اہل طربخانہ ماتم سے دور

عقل نے ایکدن آکر یہ کہا سودا سے — خواہ نزدیک ہمارے رہو خواہ ہم سے دور

لیکن اتنا ہے کہ وہ کام نہ کیجو پیارے — جس کا ثمرا رکھے تم کو دل عالم سے دور

ریوے تھا غیر کو زکوۃ حسن — میں کہا کیا ہے کہنے لاگا خیر

انکار قتل سے تو کرے ہے سجن ہنوز — میلا نہیں ہوا ہے ہمارا کفن ہنوز

سودا یہ کیا ہوا نہیں صحرا میں آج قیس — تھا ہی دلوں پہ داغ غم کوہکن ہنوز

سودا کا حال تو نے نہ دیکھا کہ کیا ہوا — آئینہ لے کے آپ کو دیکھے ہے تو ہنوز

فقیر اشعار آنحضرت مرزا صاحب تا کجا انتخاب نماید کہ تمام دیوان منتخب است لہذا قلم در کشید نور چراغ کعبہ و بتخانہ دود سوز دل پروانہ تختہ ساز زخم گل داد رس نالہ بلبل حقایق و معارف آگاہ خواجہ میر متخلص بدرد سلمہ اللہ تعالی مردے است عزیز و عزیزے است سراپا

تمیز کامل بجمیع کمال نوز قدرت ذوالجلال دلش گنجینۂ اسرار الٰہی و سینہ اش خزینہ انوار نامتناہی است چنانچہ رسالہ در علم تصوف مسمی بوار دات مشتمل بر سرا پرچند تصنیف کردہ کہ متعلق بدیدن است و دیگر ابیات و رباعیات بطور سحابی و خیام بسیار دارد بالجملہ رتبہ کمالش تا بحدے است کہ والد شریفش خواجہ محمد ناصر کہ یکے از اولیائے روزگار و مشائخ کبار است بہ نسبت مریدی و فرزندی وے افتخار ہا دارد ابیات دیوانش قریب ہفصد شعر از نظر گذشتہ ہمگی لب لباب و تمامی انتخاب است۔

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

جان سے ہو گئے بدن خالی
جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا

نالۂ فریاد و آہ اور زاری
آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

زور عاشق مزاج ہے کوئی
درد کو قصہ مختصر دیکھا

اکسیر پر مہوس اتنا نہ ناز کرنا
بہتر ہے کیمیا سے اپنا گداز کرنا

ہم جانتے نہیں ہیں اے درد کیا ہے کعبہ
جدھر ملی وہ ابرو ہمکو نماز کرنا

عاشق بیدل ترا یہاں تک تو جی سے سیر تھا
زندگی کا اسکو جو دم تھا دم شمشیر تھا

کی تو تھی تاثیر آہ آتشیں نے اُس کو بھی
جب تلک پہنچی ہے پہنچی راکھ کا یہاں ڈھیر تھا

شیخ کعبے ہو کے پہنچا ہم کنشت دل میں ہو
درد منزل ایک تھی ٹک راہ کا ہی پھیر تھا

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھو سکا
میں چاہوں اور کو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکا

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو در گذر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

مژگان تر ہوں یا رگ تاک بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

ہستی ہے جب تلک ہیں اسی اضطراب میں — جوں موج آپھنسے ہیں عجب پیچ و تاب میں

غافل جہاں کی دید کو مفتِ نظر سمجھ — پھر دیکھنا نہیں ہے اس عالم کو خواب میں

ہر جزو کل کے ساتھ معنے ہے اتصال — دریا سے دُر جدا ہے پہ ہے غرق آب میں

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں — دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں

کیا فرق داغ و گل میں اگر گل میں بو نہ ہو — کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہ ہو

جو کچھ کہ ہم نے کی ہے تمنا ملی اگر — یہ ایک آرزو ہے کہ کچھ آرزو نہ ہو

ویسا ہی اب تلک تو وہ دامن ہے اے صبا — کیدھر لئے پھرے ہے تو میرے غبار کو

جی کے جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی — ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی

دید وادید تو ہوئی دور سے میری اسکی — پر جو میں چاہے تھا سو بات نہ ہونے پائی

فرصتِ زندگی بہت کم ہے — مغتنم ہے یہ دید جو دم ہے

خیر و شر کو سمجھ کے وہ ہے زہر — سانپ کی زیست ہی تجھے سم ہے

روندے ہے نقش پا کی طرح خلق یہاں مجھے — اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

لاگلابی دے مجھے ساقی کے یہاں مجلس ہے — خالی ہو جائے ہے پیمانہ کے بھرتے بھرتے

نہ ملئے یار سے تو دل کو کب آرام ہوتا ہے — وگر ملئے تو مشکل ہے کہ وہ بدنام ہوتا ہے

یہ حسن و عشق دل سمجھے ہیں کہ آپس میں جو ہوگا — پر ان دونوں کے جھگڑے میں مرا کام ہوتا ہے

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا — خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

ہر چند فسق میں تو ہزاروں ہیں لذتیں — لیکن عجب مزہ ہے فقط دل کے چاہ کا

شمع انجمن عشق بازان فروغ محفل سخن پردازان جامع آیات سخندانی مجمع کمالات انسانی معجز طراز کرامت تحریر محمد تقی المتخلص بمیر اصل و منشا وے دار الخلافت اکبر آباد است

در خدمت خان آرزو که خالوے او بود نسخے دانش اندوخته اوائل حال پیش ظہیر الدولہ بہادر می گذرانید چوں بادشاہ گردی رسید رفیق راجہ ناگرمل گردید چنانچہ تا حال با عزو امتیاز در رفاقت اوست۔

اس کا رخ مخطط قرآن ہے ہمارا — بوسا بھی لیں تو کیا ہے ایمان ہے ہمارا
ادریس و خضر و عیسیٰ قاتل سے ہم چھڑائے — ان خوں گرفتگاں پر احسان ہے ہمارا
مغاں مجھ مست بن پھر خندۂ قلقل نہ ہوویگا — مے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لیکے روئیگا
اتنا دن اور دل سے طپش کرے کاوشیں — یہ مجھلہ تمام ہی ہے آج شب تلک
نکلا ہے ایسی خاک سے کس سادہ رو کے — قابل درود بھیجنے کے ہے صفائے گل
گل کی جفا بھی دیکھئے دیکھئے وفائے بلبل — یکمشت پر پڑے ہیں گلشن میں جائے بلبل
کر سیر جذب الفت گلچیں نے کل چمن میں — توڑا تھا شاخ گل کو نکلی صدائے بلبل
کیا میں نے رو رو فشار گریباں — رگ ابر تھا تار تار گریباں
جنوں میری کی باتیں جب چمن اور دشت میں چلیاں — نہ چوب گل نے دم مارا نہ چھڑیاں بید کی ہلیاں
گریباں روز محشر کا اڑایا دھجیاں کر کر — فغاں پہ ناز کرتا ہوں کہ بلبل تیرے ہتھ لیاں
گرمی عشق مانع نشو و نما ہوئی — میں وہ نہال تھا کہ اوگا اور جل گیا
آنکھوں میں جی مرا ہے ادھر دیکھتا نہیں — مرتا ہوں میں تو ہائے رے صرفہ نگاہ کا
کچھ میں نہیں اس دل کی پریشانی کا باعث — برہم ہی میرے ہاتھ لگا تھا یہ رسالہ
نہ گئی تسبیح اسکی نزع میں بھی میر سے ہرگز — اسی کے نام کی سمرن تھی جب منکا ڈھلکتا تھا
کف جاناں سے ممکن نہیں رہائی میر کو ہووے — اچنبا ہے جو اسکے ہاتھ سے رنگ حنا چھوٹا
تو نہ تھا مردن دشوار میں عاشق کی آہ — حسرتیں کتنی گرہ تھیں رشتہ ایک جاں کے بیچ

حال گلزار زمانے کا ہے مانند شفق
رنگ کچھ اور ہوا جاہے ہے ایک آن کے بیچ

تو ہو میں شور بورہے دامان و جیب میر
بھرا ہے آج دیدہ خونبار بے طرح

کر رحم ٹک کب تک جفا مجھ پر جفا کار اس قدر
یک سینہ خنجر سینکڑوں یک جان و آزار اسقدر

صد آہ جی کے پار ہو ہے تیر سے شاید
کسی بیدرد نے کھینچا کسی کے دل کے پیکان کو

خوش آوتی تجھ بن گل گشت باغ کس کو
صحبت رکھے گلوں سے اتنا دماغ کسکو

مشہور چمن میں تیرے گل پیرہنی ہے
قربان ترے ہر عضو پہ نازک بدنی ہے

سمجھے ہے نہ پروانہ نہ تھامے ہے زباں شمع
وہ سوختنی ہے تو یہ گردن زدنی ہے

تیرے ابرو جدہر کو ہوں مائل
ایک عالم اودھر نماز کرے

کیا خط لکھوں کہ رونے سے فرصت نہیں رہی
لکھتا ہوں تو پھری ہے کتابت بہے ہے

تمام اوس کے قد میں سناں کی طرح ہے
نکیلے نپٹ اس جواں کی طرح ہے

خانقہ کا تو نکر قصد ٹک اے خانہ خراب
رہ گئی ہے یہی ایک بستی مسلمانوں کی

طفلی سے ہوا پیر گیا عہد جوانی
اے عمر گزشتہ میں تری قدر نہ جانی

مدت سے میں یکمشت پر آوارہ چمن میں
نکلی ہے یہ کسکی ہوس بال فشانی

کوکے خاں اصل نام وے مرزا اشرف علی است فغاں تخلص می کند در زمان سلطنت میرزا احمد بمنصب پنجہزاری مفتخر و مباہی گشت سلیقہ سخن سنجی درست دارد چنانچہ از سیاق و سباق کلامش پیدا است چوں دریں ایام در دارالامان ہندوستان گرد سیمہ آفات و شاہراہ بیتاب است بپاس آبروے خویش سفر بنگالہ گزید وہم انجا رخت اقامت انداخت از وست

کوکہ خاں فغاں

مے واسطے ساقی نہیں یہاں چشم تر آیا
دل دیکھتے ہی ابر کو ناچار بھر آیا

نہ الفت نے محبت نے مروت — تیری خاطر کوئی بدنام کیا ہو
کہتے ہیں فصل گل تو چمن سے گذر گئی — اے عندلیب تو نہ قفس بیچ مر گئی
شکوا تو کیوں کرے ہے میرے اشک سرخ کا — تیری کف آستیں میرے لہو سے بھر گئی
شانے کی کشمکش سے کہیں دل ہیں ٹوٹنے — یک عمر چاہیئے تیرے زلفوں سے چھوٹنے
کچھ مدارات بھی اے خون جگر پیکاں کی — تشنہ مرتا ہے کئی دن سے یہ مہماں تیرا
عاشق کے دل سے پوچھیئے اس غم کو اے فغاں — الفت بڑی بلا ہے کسی کو خدا نہ دے
کٹی تجھ یاد میں اس طرح راتیں ہجر کی ظالم — لکیریں انگلیوں کی مٹ گئیں گنتے ہو گھڑیاں
منفعت سودا ہے اے یار کہاں جاتا ہے — او میرے دل کے خریدار کہاں جاتا ہے
صبا ہر ایک گل سے پوچھیو گلشن میں تو جا کر — گریباں چاک رہتا ہے فغاں اس کا سبب کیا ہے
نہ اے قاصد میں درد یار کو فریاد کرتا ہوں — ترا منھ دیکھ کر اپنے لکھے کو یاد کرتا ہوں
یاروں نے سن لیا ہے اسیر ایسے نام کو — پہچانتے ہیں یہ نہ قفس کو نہ دام کو

رباعی

گر تو نے کی یاریاری وو بھی گذری — ور ہم نے کی آہ و زاری وو بھی گذری
سنتا ہے میرے یار تو راضی رہنا — یوں بھی گذری ہماری وو بھی گذری

واجب التعظیم والتکریم میر محمد حسین کلیم متوطن دہلی است مراتب دانش کسب کرد و سرمایہ سخن سرائے بدست آوردہ در علم عروض و قوافی رسالہ ہا دارد پیش ازیں ترجمان فصوص بزبان ریختہ نظم می کرد و بسبب بعضے عوارض دست ازاں باز داشت حاصل کلام [illegible] شاعر زبردستے است کہ او را پہلوان میدان سخن میتوان گفت قریب بیست ہزار بیت طور قصیدہ و غزل بوضع اشعار میرزا بیدل در حیز خا...

دوز بانش ترتیب یافتہ از انجملہ انچہ بدست فقیر آمدانیست۔

تجھے برق خار سے کام کیا جو تو چاہے حق کو تلف نہ کر
یہ ازل کے دن سے نصیب ہے کف پائے آبلہ دار کا

رکھے ہے انتظار دیدہ یعقوب پر موسی
ہر ایک اعضا میرا کوہ خمیر ماہ کنعاں تھا

آتی ہے دل پہ قلقل مینا سے اب شکست
وہ دن گئے کلیم کے کہ یہ شیشہ سنگ تھا

دراز ہے شب ہجراں زلف یار کلیم
تو مجھ سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھوں میں

ہو چکے حشر گئی دوزخ و جنت کو خلق
رہ گیا میں ترے کوچے میں گرفتار ہنوز

قربان اس اکڑ کے عجب یہ مروڑ ہے
آشفتہ ہو گئیں پہ نہ زلفوں سے بل گیا

نشاں مجھ دل کا مت پوچھو یہ مجنوں
کہیں اس طرف ویرانے میں ہوگا

نقاب اپنے منھ سے جو تو یار کرتا
تو گل اپنی خوبی پہ کب ناز کرتا

وفا کا ہوں پر بستہ نہیں! اتوڑ پنجرا
چلا جاتا جنگل کو پرواز کرتا

عمر رفتہ کا نیا یا کھوج ہرگز اے کلیم
آپ کو جوں شمع میں ہر انجمن میں گم کیا

پاس ناموس محبت ہے مجھے از بس کلیم
باغ میں جاؤں نہ ہرگز بے رضائے عندلیب

پوچھ مت غم کی داستاں اے دل
کہ پڑا ٹوٹ آسماں اے دل

ہم سے پوچھو ہو پیو تے ہو شراب
ایسے کیا شیخ و پارسا ہیں ہم

غرور حسن ممکن نہیں کیسکی داد کو پہنچے
غرض تم سن چکے احوال ہم فریاد کو پہنچے

میر آتش کدہ دل کا کہیں ٹھنڈا نہیں ہوتا
بجھاتے نہیں ہیں جیسے مذہب زرتشت میں آتش

چھوٹا مجھکو اے بیدرد سخت ہاتھوں سے
دل گداختہ ہو [illegible] کرتا ہوں

اب دم شمردگی سے مجھے کام دہا رہے
ہر دم مرے حساب میں روز شمار ہے

کرم اللہ خاں درد نبیرۂ نواب اصالت خاں مرحوم پارۂ از علوم رسمی اندوختہ بقافیہ سخن مشغول شد ثمر استعدادش ہنوز نارسیدہ برخاک افتاد۔

اگر وہ بت کسی صورت سے میرا رام ہو جاوے — تو پوچھوں اس عقیدت سے کہ کفر اسلام ہو جاوے

تری ترچھی نگاہوں نے رکھا ہے نیم بسمل کر — اگر بھر کر نظر دیکھے تو میرا کام ہو جاوے

ہر اک دم سانس ہو کر جا اس مجھ دہیں کی تکتی ہے — خلش جی کا اگر نکلی تو کیا آرام ہو جاوے

ادب ضرور ہے اس خاک آستانے کا — تڑپیو تو اس طرح بسمل کہ بال و پر نہ لگے

تحمل آتش غم میں دل بیتاب کیا جانے — ٹھہرنا ایک دم بھی آگ پر سیماب کیا جانے

کنارے سے کنارہ کب ملا ہے بحر کا یارو — پلک لگنے کی لذت دیدۂ پر آب کیا جانے

سامنے ہوتے ہی پھر نقش نہ پایا دل کے — بٹ گیا نوک سناں پر صف مژگاں کے بیچ

ظالم کروں میں ظلم سے فریاد کب تلک — تک رحم بھی ضرور ہے بیداد کب تلک

یکرنگ میر فرخ علی از سادات قصبہ آنولہ است در سپاہ پیشگی میگذارند ذہن سلیم و طبع مستقیم دارد اکثر شعر فارسی بر طرازہ گاہ گاہ بطور ریختہ نیز فکر میکند خوش خوئے و آشنا روے در نہاد اوست۔

اسقدر مجھسے ہو کیوں اے ہو نشاں نا آشنا — میں بھی تو شاید کسی دن تھا تمہارا آشنا

گو ہوا تیرے بیں تجھے خسرو کی دولت جاہ و مال — پر کہیں ہوتا ہے پیدا کوہ کن سا آشنا

چشم سے نور گیا تن سے تواں دل سے صبر — عشق میں تیرے ہو مجھسے جدا کیا کیا کچھ

ہدایت میاں ہدایت اللہ ہدایت تخلص میکند زادگاہ او دہلی است مرید و شاگرد حضرت خواجہ میر صاحب است بسیار باستغنا میگذارند و آبرو بردہانی ریزد بالجملہ مردے از قوم افاغنہ با این جمعیت اخلاق و احوال برخاستہ لالہ سدہ راستے کہ

پیشکار خالصہ بادشاہے است چیزے تو اضعش میکند و منت قبول آن بر سر و دش خود میگیرد چوں ہمسایہ فقیر سکونت دارد از وست

بھلا بتا تو میری جاں کچھ ہدایت نے — تمہارے جور سے شکوہ کبھو کیا ہوگا
مگر یہی نہ کہ بے اختیار ہو کے کبھو — کچھ اور بس نہ چلا ہوگا رو دیا ہوگا

تیرے زلفوں کی کچھ چلی تھی بات — روتے ہی روتے گذری ساری رات

یاد کرتے ہی زلف کی ہے قہر — پھر گئی دل پہ سانپ کی سی لہر

کیا کہوں تجھ بن مجھے ہر دم دم شمشیر ہے — سانس جب پلٹی ہے گویا بازکشی تیر ہے
دولت بے سعی کی ہرگز نہیں ہوتی ہے قدر — ورنہ مشت خاک ہی کیا کم از اکسیر ہے

مجھ دل سے تیر عشق ترا پار ہو چکا — ہونا جو کچھ تھا سو تو میرے یار ہو چکا
نت اوٹھ کے مرنے سے تو ہدایت بجا ہوں میں — مرنا بھی گر ہوا کہیں یک بار ہو چکا

ہم دوانے وہ نہیں ہیں جنہیں زنجیر کریں — آگے خاطر میں جو یاروں کے ہو تدبیر کریں

کیا کہوں ہیں کہ تیرے ہجر میں کیونکر گذری — وہی جانے ہے میری جاں کہ جس پر گذری

وید عالم کا کوئی دم کیجے — کس کی شادی و کس کا غم کیجے
دیدۂ و دل میں گھر تمہارا ہے — آئیے بیٹھیے کرم کیجے

اے کہ ماتم میں عزیزاں کی ہے تو خاک بسر — بیخبر کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے کہ نہیں

قلندر

بدہ سنگھ قلندر تخلص ہندو پسرے است عیالش از نعمت دنیا خطے وافر داشتند اورا شوریدگی دماغ دریافت از خویش و قوم خود گسیختہ بتعلندرے برآمد

مجکو کیا اے جنوں نے آ کر دی — ساری عقل و خرد ہوا کر دی
تجھ نے مل کر ہوا میرا دشمن — تو نے اس دل کو کیا بلا کر دی

ای قلندر جہان معنی میں — داد تو نے سخن کی آکر دی
پارس اور ہند کر دکھایا ایک — اینچہ اعجاز بر ملا کر دی

بیان

خواجہ احسن اللہ المتخلص بہ بیان ہنگامہ آرائی صحبتِ اشعار است در فن ہندی دستمایہ دارد پیش ازیں کہ کے خاں فغاں در دہلی بود بنا بر علاقہ محبت بادیگذارند دریں ایام بیکار است او تعالی در خور مراد جمعیت ظاہری و باطنی کرامتش کناد

وہ بھی کیا دن تھے کہ ہم آغوش مجھ سے یار تھا — ڈر کے باہر مدعی جوں صورت دیوار تھا
جفا ایک لحظہ جو کرتا نہیں ہے وہ تو مرتا ہوں — ستم ہوتا اگر الطاف سے اُسکی جو میں کرتا
مصلحت ترک عشق ہے ناصح — لیک یہ ہم سے ہو نہیں سکتا
یہ لوگ منع جو کرتے ہیں عشق سے مجھ کو — انہوں نے یار کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا
کیا چلے تھے راز دل کہنے کو لوگوں میں بیاں — آپ بھی مطعون ہوا اور اس کو بھی رسوا کیا
بیاں تیرے کوچے سے چلتا رہیگا — میری جان تو ہاتھ ملتا رہیگا
ہو چرخ تو بھی اس ستم ایجاد کی طرف — کافی ہے یاس اسد ناشاد کی طرف
کروں شکوہ درد و ستم کب تلک — بہر حال جیتا تو ہوں اب تلک
کچھ بے ادبی کی ہے بیاں تو نے بھی اس سے — ناحق کوئی دیتا نہیں دشنام کسی کو
حسرت پہ اس غریب کی آوے اجل کو رحم — بالیں پہ جس کے یار دم واپسیں نہ ہو
جادو تھی سحر تھی بلا تھی — پیارے وہ تری نگاہ کیا تھی
کدھر ہے کہاں ہے جو شیدی تو — ہم سے بھی کبھو تو آشنا تھی
مارا ہے بیاں کو یار جس نے — کیا جانئے کونسی ادا تھی
مت آیو اے وعدہ فراموش تو اب بھی — جس طرح کٹا روز گذر جائے گی شب بھی

کس واسطے شتابی جانے کی اسقدر ہے | گو صبح ہو پیارے یہ بھی تو اپنا گھر ہے
کون کہتا ہے باوفا تجھ کو | کذب ہے افترا ہے تہمت ہے
یہاں کون ہے اب تلک پوچھتے ہو | تجاہل کے قرباں تغافل کے صدقے
ٹک دیکھو دامن ترا اس کے بھی ہاتھوں | یہ مجھ ناتواں کا گریباں نہ ہووے
لب تک تو شکایت سے آئی | پھر آگے حجاب سے نہ نکلی
آئی نہ جگر سے آہ باہر | یہ سیخ کباب سے نہ نکلی
جس وقت کہ بیدار وہ ہوتا ہیگا | عالم کے غضب بیچ جہاں ہوتا ہیگا
غنچو تمکو صبا کہو کہ آہستہ کھلیں | زانوں پہ مرے وہ شوخ سوتا ہیگا

میر محمد — سیادت پناہ محمد میر مطلب خوشنویس بے نظیرے است خط شکستہ و شفیعائے خوب می نویسد نخستے از موسیقی آگاہ در مبادی حال میر تخلص می نمود چوں اورا با میر تقی معارضہ افتاد ازاں باز سوز تخلص کرد با فقیر قدم آشنائے دارد و از نجاکہ داخل توپخانہ بادشاہے است بسبب ہم قربگی اکثر بدربار معلی ملاقات میشود

شہرہ حسن سے ازبسکہ وہ محبوب ہوا | اپنے گھر سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا
تجھ ستی سن ایظالم کوئی بھی ہے گردیدہ | دیدہ ہیں سو گریاں ہیں دل ہے سو ستم دیدہ
اے آہ ابھی رہ جا دل چین سے سوتا ہے | مشکل ہے اگر چونکے یہ فتنۂ خوابیدہ
آنکھیں جو نہ لگ جاتیں تو زار نہ ہوتا میں | پرہیز اگر کرتا بیمار نہ ہوتا میں
نہیں دیتا ہے مجھ کو چین یہ دل بیقراری ہے | تنک جھمکے تو دکھلاوے کہ میں بیہوش ہوتا ہوں
چین آتا نہیں مجھے یارب | دل پر اضطراب ہوں کس کا

شوق — میر حسن علی شوق سپاہی پیشہ است ہمیشہ بروزگار عمدہ گزرانیدہ اکثر شعر فارسی

در پیش دارد و خود را از شاگردان خان آرزو می گیرد۔

پڑھ کے مجھ خط کو یہ جواب دیا | نامۂ شوق کا جواب نہیں

ردیف

محمد فقیہہ درد مند تخلص می کند در عنفوان شباب حسنی دلفریب داشت شاہ ولی اللہ اشتیاق کہ در طبقۂ ثانیہ گزشت بشاہدہ جمالش عمر از سر نومی گرفت چوں گل زیبا از رنگ و بوئے وفا اثرے ندارد باندک تغیر گسیختہ بمرزا جان جاں مظہر پیوست مدتے بخدمت ایشاں استفاضہ آگاہی کرد بقافیہ سخن سنجی بر آمد چنانچہ مثنوی ساقی نامہ مع دیگر ابیات بر صفحہ روزگار از وے یادگار است۔

نفس تک بھی پہنچی اور بڑی دو آشیانے سے | عجب ساعت سے بچھڑے تھے چمن کے آشیانے سے
الٰہی ہت کسی کو پیش یہ رنج و انتظار آوے | ہمارا دیکھئے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

یقین

صدر نشین بزم شعرائے متاخرین انعام اللہ خاں تخلص یقین شاعر صاحب طرز یگانہ عصر و وحید دہر است باخلاق حمیدہ اتصاف دارد دو مصرع از زبان ہائے خامۂ سحر طرازش با ایں ہمہ لطف و خوبی می تراود کہ بمجرد استماع دل عشاق قطرات خوں شدہ از دیدہ فرو میچکد بزرگانش در بلدہ سہرند اقامت داشتند و اکثرے از شرفا و روسائے آں ضلع بخدمت ایشاں استفاضہ معنی می کردند چوں والد شریفش بدار الخلافت رسید حمید الدین خاں کہ ملقب بہ نیمچہ بود صبیہ خود را بہ آں بزرگوار نامزد کرد و ایں معنی را موجب افتخار خویش دانستہ بالفعل خان موصوف بمنصب ہزاری پانصدی سرفرازی دارد و پیش ہم چشماں خود معزز و موقر است حق تعالیٰ سلامتش دارد۔

ہے تیرے داغ سے ترسینہ سوزاں میرا | آب رنگ آگ سے رکھتا ہے گلستاں میرا
غم کے ہاتھوں نہ رہا کچھ بھی رفو کے قابل | بسکہ سو بار ہوا چاک گریباں میرا

موج دریا کی طرح ضبط میں آسکتا نہیں
کیونکہ لکھے کوئی احوال پریشاں میرا

روا اگر دیجئے اس کو بھی کچھ عیب نہیں
آئینہ سے بھی گیا گیا دل حیراں میرا

میں تو ظاہر نہ کروں اس کی جفا کو لیکن
چھپ سکے کیونکہ یقیں زخم نمایاں میرا

کیا بدن ہوگا کہ جس کے کھولتے جامہ کا بند
برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

رہا میں بیخبر افسوس لذت سے اسیری کے
اگر یہ جانتا تا کنج قفس میں آشیاں کرتا

اگر مر کر نہ میں اس شوخ کی خاطر نشاں کرتا
خدا جانے وفا میرے کے حق میں کیا گماں کرتا

کہتے ہیں کہ تسخیر یں آئینہ کو آتی ہیں
دل سے نہ ہوا جو کام آئینہ سے کیا ہوگا

ناچار ہے دل اپنا گیا خاک میں یقیں
اس جنس کا جہاں میں کوئی قدرداں نہ تھا

جو کچھ کہیں یہ تجکو یقین ہے سزا تری
بندہ جو تو بتوں کا ہوا کیا خدا نہ تھا

کیا کروں مژگانِ تر کے ابر نے ڈالا ہے شور
آج بادل بیطرح اٹھے ہیں یہ برسینگے زور

خال گورے منہ کا لیتا ہے مرے دل کو چرا
اس نگر میں چاندنی راتو نکو بھی پڑتے ہیں چور

دل نہیں کھنچتا ہے بن مجنوں بیاباں کی طرف
خوش نہیں لگتا نظر کرنا بیاباں کی طرف

اس ہوا میں رحم کر ساقی تو دے جام شراب
دیکھ کر چھاتی بھری آتی ہے باراں کی طرف

ہمارے درد کی دارو اگر کچھ ہے تو دارو ہے
یہ سب کچھ سنکے ساقی بات پی جانیکا کیا حاصل

جب دیکھتا ہوں تنہا تجھ کو بھن چمن میں
کس کسطرح کی باتیں آتیں ہیں میرے من میں

مجنوں کی خوش نصیبی کرتی ہے داغ مجھ کو
کیا عیش کر گیا ہے ظالم دوانہ پن میں

یقیں سے جلتے بلتے کی خبر کیا پوچھ کر لوگے
پڑا ہوگا دوانہ باؤلا سا کنج گلخن میں

کرتا ہے کوئی یارو اس وقت میں تہ پیر یں
مرتا ہے یہ دیوانا اک کھول دو زنجیریں

وہ ناخن ابرو خوباں سے خوشتر ہے
کسی کے کام کی جس سے کوئی گرہ وا ہو

گالی بھی پی گئیں ہیں مار بھی کھائیاں ہیں کیا کیا تری جفائیں ہم نے اٹھائیاں ہیں

کوئی یہ چاند سا منہ چھوڑ کر عاشق ہو شعلہ کا گذر آتش پرستی سے یہ پروانہ سی کہدیجو

اسیران قفس کی ناامیدی پر نظر کیجو بہار آوے تو اے صیاد مت ہمکو خبر کیجو

منہ اپنا نہ دیکھا کر ہو جائے گا دوانا آئینے کو کہتے ہیں اے شوخ پری خانہ

اگرچہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے نرا برا نہیں یہ شغل کچھ بھلا بھی ہے

یہ کون ڈھب ہے سجن خاک میں ملانے کا کسی کا دل کبھی پاؤں تلے ملا بھی ہے

شب ہجراں کی وحشت کو تو اے بیداد کیا جانے جو دن پڑتے ہیں یہاں راتوں کو سو تیری بلا جانے

وصل کی گرمی سے مجکو ضعف آتا ہے یقیں دیکھئے مجھ ساتھ خوباں کی جدائی کیا کرے

اس بسنتی پوش سے آغوش رنگیں کیجئے جی میں ہے اس مصرع موزوں کو تضمین کیجئے

چھٹے ہم زندگی کی قید سے اور داد کو پہنچے وصیت ہے ہمارا خوں بہا جلاد کو پہنچے

نہ نکلا کام کچھ اس صبر سے اب نالہ کرتا ہوں مری فریاد ہی شاید مری فریاد کو پہنچے

ہمیں ہجر چمن ہے موت پر صیاد کیا جانے جو گذرے سر پہ مقتولوں کے سو جلاد کیا جانے

دوانا ہوں میں جی دینے پہ مجنوں کے سلیقے کا مزہ دے دے کے مرنے کیطرح فرہاد کیا جانے

مجھے یہ بات رہیگی یاد ایک مجنوں عریاں سے کیا کیجے کہاں تک چاک ہم گذرے گریباں سے

نہ دے برباد خار آشیاں کو عندلیباں کے صبا یہ بھی ہوا خواہ نہیں ہے آخر گلستاں کے

ٹک اک انصاف کر کرتا ہے اتنی بھی جفا کوئی کرے گا بعد میرے کس توقع پر وفا کوئی

اب تو کیجئے نگہ لطف کہ ہو توشہ راہ کہ کوئی دم کو یہ بیمار سفر کرتا ہے

حزیں

افتادہ مزاج و خدمت گزیں میر باقر المتخلص بحزیں از سادات اکبرآباد است پیش ازیں بعلاقۂ روزگار در دہلی بود الحال کہ کساد بازاری مردم کار راست بنگالہ رفت

وہ کہ ہے ملک سلم جسے یکتائی ہے　　خوب لیتا ہے مزہ عالم تنہائی کا
میں تو بندہ ہوں ترے جور و جفا کا لیکن　　سخت دشمن کا ہے مجھے احدل سوائی کا

فراق

مرزا مرتضی قلی فراق از ملازمان توپخانہ بادشاہی است اکثر شعر فارسی بر طرازد و در سخن سرائے سلیقہ درست دارد ہر چند آں طوطیٔ شکر شکن متولد ہندوستان است لیکن نظم کلامش ماند فصحاے ایران۔

تماشا اس چمن کا کس کے دلکو شاد کرتا ہے　　کہ یہاں تک لب تبسم غنچے کو برباد کرتا ہے
اسیروں کی قسم ہے اے صبا پچھ کہ گلشن میں　　کوئی آن ہم نوایوں سے ہمیں کبھی یاد کرتا ہے

خاکسار

میر محمد یار متخلص خاکسار مردے است جنتی از خادماں حضرت قدم شریف در حقیقت متمکن و باعتقاد خود ظریف ہر چند حسن با آشنا و غیر آشنا بر سر رشتہ مزاح می آرد لیکن ہکش تاب شنیدن جواب ندارد و بنا بریں از تمام عالم شاکی است چنانچہ حضرتم مرزا رفیع صاحب نقل می کردند کہ روزے بندہ و ایں عزیز بخانہ مرتضی قلی وارد بودیم ایں بابا بے موقع وقت اختلاط تقریب شکوہ میر تقی بیان آورد بحضار تکلیف ہجو میر مسطور کرد ہرگز ایں معنی را ہیچکس قبول ننمود مگر بپاس خاطر ہماں لحظہ ایں مطلع راموزوں کردہ حوالہ اش نمودم۔

میر کا گھڑا ہے بنے تہا گل زنبق سا ہے　　پیٹ بھی اس کا جو میں دیکھا سو کچھ ہینق سا ہے

بمجرد شنیدن قریب بود کہ حاضران مجلس از فرط خندہ ہلاک شوند و ایشان نیز بدستور چوں ساعتے بریں منوال گزشت دید کہ یاران دست از خندہ بر نمیدارند نگاہے بر شکم خود کرد و فقتا برخاست و پرو پوچ دشنو کہ در دنیا بود تحویل سامعہ میرزا و یاراں اش نمود ہر چند مردم رو بساجت آوردند ہیچ فائدہ نکرد از آں روز ترک ملاقات است

دل آشفتہ ہو کے کیا لیا میں ... اے خانہ خراب کیا کیا میں

ترے زلف سیہ سے اے پیارے ... مجھ کو مکیر ہزار سودا ہے

خاکسار اس کے تو آنکھوں کے گیے مت لگیو ... مجھ کو ان خانہ خرابوں ہی نے بیمار کیا

تیغ قاتل سے ہوے محروم بے تقصیر ہم ... روز محشر کو اٹھیں گے گور سے دلگیر ہم

کیا ہے اس خاکسار کی تقصیر ... یہ مگر تم کو پیار کرتا ہے

کیا ہے اصح تجھے حاصل میرے سمجھانے میں ... آہ چوں شمع ہے راحت مجھے مر جانے میں

خاکسا عاشق میخوار کو تقوی سے کیا ... ابھی دیکھا تھا میں اس زہد کو میخانے میں

قیامت بھی ہو گی تو میری بلا سے ... مجھے داد خواہی کی طاقت کہاں ہے

رونے سے خاکسار کے سوتا نہیں کوئی ... اس خانماں خراب کو چنگا خدا کرے

عشوہ و ناز کو تیرے پیارے ... یہ تیرا خاکسار جانے ہے

شانہ آہستہ کیجیو حجام ... تار اس زلف کا رگ جاں ہے

تمکین

صلاح الدین تمکین شاعر خوبے است دخل را از خرج قناسد ہموارہ بارتکاب شراب مشغول است تا است طامح نشود دست بر ندار و از وست

حسن اور عشق کو جس روز کہ ایجاد کیا ... مجھکو دیوانہ کیا تجھ کو پری زاد کیا

خانہ برانداز محبت خراماں میر عبد الحی المتخلص بتاباں جوانے بود در نہایت حسن جمال ہمصحبت یاراں حال با وجود لیلی انشی مجنوں را داب محبت آموختی و باکمال انجمن آرائی شمع وار داغ. برجگر سوختی اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ داشت آخر حال بر رفاقت نواب عنایت اللہ خاں بتنعم می گذاند چوں در خوردن شراب کثیر تھا کرد رطوبت فضلی بہم رسانده مستسقی گردید و بہمیں احوال از جہاں رفت۔

کیا کہوں میں ماجرا اپنے دل بیتاب کا / آب جسکو دیکھ کر زہرا ہوا سیماب کا

اے طبیبو سوائے وصل کبھو / کچھ بھی درماں ہی عشق کے تپ کا

بیتابیوں کا عشق کی کرتے ہو کیوں گلا / تاباں اگر یہ دل ہے تو آرام ہو چکا

ساتھ تو سوتا ہے ظالم پر گلے لگتا نہیں / منتیں کرتے ہی کرتے آہ ہو جاتی ہے صبح

لے میری خبر چشم میرے یار کی کیونکر / بیمار عیادت کرے بیمار کی کیونکر

دن تو تجھے جاتا ہے تڑپتے مرے تاباں / سچ کہہ کہ حقیقت ہے شب تار کی کیونکر

سن فصل گل خوشی ہو گلشن میں آئیاں ہیں / کیا بلبلوں نے دیکھو دھومیں مچائیاں ہیں

غم وصل میں ہے ہجر کا ہجراں میں وصل کا / ہرگز کسی طرح مجھے آرام ہی نہیں

تیرا جواب نامہ یہاں لکھ چکے پر اب تک / قاصد پھرا نہ وہاں سے لیکر جواب نامہ

تو بھلی بات سے بھی میری خفا ہوتا ہے / آہ کیا چاہنا ایسا ہی برا ہوتا ہے

تیری ابرو سے مرا دل نہ چھٹے گا ہرگز / گوشت ناخن سے بھلا کوئی جدا ہوتا ہے

آج تھمتے نہیں میرے آنسو / تیرے کوچے کی راہ پائی ہے

بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنے / مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے

یوں تیری لفیں میں دل پھنسے ہیں گرفتار کئی / ایک زنجیر میں جیسے ہوں گنہگار کئی

مرگ کے سے تو نہیں میرے کچھ آثار ہنوز / رحم کر رحم کہ جیتا ہے یہ بیمار ہنوز

چشم و بینش و دانش مردمک دیدۂ آفرینش افسر فرق بختیاری نقش و نگین پایۂ اے اشرف اہل زماں وزیر الممالک غازی الدین خاں بو الافطرتے شگفتہ روئے معروف است احوالش از کثرت اشتہار محتاج بتکرار نیست سے
آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را ۔ در ایامے کہ فقیر این غزل طرح کردہ بود

که مطلعش اینست۔

کوئی دن آگے بھی زاہد عجب زمانا تھا ہر اک محلہ کی مسجد شراب خانہ تھا

درہماں ردیف و قوافی بتغیر بحر چند شعر برداشتہ موزوں کرد کہ مثل آں بسیار تلاش میتواں گفت و ہمبریں نسق گاہ گاہ علی سبیل تقریب یک دو مصرع ریختہ وفارسی فکر می کند چنانچہ ایں مطلع از ہماں غزل است

کھولنا زلف اک بہانہ تھا مدعا ہم سے منہ چھپانا تھا

خاں رفیع الشان مہرباں خاں بہادر جوان خوش ظاہر و باطن پسر خوانده نواب امیر الامرا غالب جنگ محمد احمد خاں بہادر است ذہن سلیم وطبع مستقیم دارد اکثر مقتضائے موزونی طبیعت با شعر و سخن و اہل آں الفت تمام دارد چنانچہ میر سوز و غیرہ دو سہ شاعر ریختہ از قدیم بخدمت او می بودند دریں اثنا یکانہ جہاں اشرف زباں حضرتم مرزا محمد رفیع سودا سلمہ اللہ تعالی برفاقت وزیر الممالک نواب غازی الدین خاں بہادر در بلدہ فرخ آباد رسیدند خان موصوف از نواب وزیر درخواستہ مرزائے موصوف را برفاقت خود گرفت ازانجا کہ تربیت اہل کمال را اثرے تمام است سخنش ایں ہمہ ترقیات نمایاں کرد کہ بالفعل شاعر زبردست را از عہدہ آں برآمدن دشوار است چنانچہ در ردیف و قوافی مشکل زمین غزل تازہ می پیماید و داد سخنوری میدہد حق تعالی سلامتش دارد از وست

کسے نے روم سے قسمت میں کوئی شام دیا ہمیں رے کچھ نہ آیا اک تیرا نام لے آیا

حافظ حامد و سخن لالہ بندرابن من سکان بلدہ متھرا یاران مرزا صاحب است بہ نسبت مہر ریشگی راقم تخلص می کند قوت حافظہ بر کمال دارد چنانچہ قصیدہ صد بیت بہ یک

شنیدن یاد گرفته به تکرار آں متامل نشود بالجملہ مذاق سخن درست دارد خصوصاً غزل را برنگے مخمس کند کہ زیادہ از بیخبہ حناے گل خان ناخن بدل زند

تیرے عشق میں بلبل ہی کو نالاں دیکھا | چاک ہر گل کا گلستاں میں گریباں دیکھا
پریشاں ہی نظر آتا ہے دل ذرات عالم کا | صبا کیا کھل گیا ہے پیچ اس کی زلف کے خم کا
جو کہ مائل ہے تیغ ابرو کا | تشنہ لب ہے وہ اپنے لہو کا
تیری اعضا میں تجھ کمر سے میاں | فرق ہرگز نہیں سر مو کا
راقم ہوتا نہیں رہ ہم آغوش | کیونکہ ہو دور درد پہلو کا
حاضر ہے ترے سامنے راقم کر اسکو قتل | مجرم یہ سب طرح سے ہے پر نگاہ کا
ترے پیچھے مرا دل اشک کی طرح | گیا ایسا کہ پھر ڈھونڈا نہ پایا
ہے زلف میں تیری جائے عاشق | زنجیر ہے اور پائے عاشق
اے عشق تو اس طرح مجھے مار | تا یار کہے کہ ہائے عاشق
دیکھا تو جسے میں کوئی سرزمیں نہیں | پر تخم دل ہو سبز جہاں سو کہیں نہیں
سنتے تھے ہم جہاں میں ہی اہل کرم کے ہاتھ | آیا جو دید میں تو کم از آستیں نہیں
مرے مے پینے سے زاہد کریں تو سنگسار ا | نہ ہے وہ عمل کہ ہوے سبب نجات یاراں
کیا ہنسے ہے تو مرے سینہ صد چاک کو گل | سر فرو لا کے تنک اپنے گریباں کو دیکھ
معصیت میری بہت ہے کہ تیری بخشش بیش | اپنی رحمت پہ نظر کر میرے عصیاں کو دیکھ
ابر تر سے چشم گریاں کم نہیں | موج دریا ہے شکنج آستیں
زلزلے کو ایک دم فرصت نہ دے | ہوئے دل میرا اگر زیر زمیں
یہاں تک قبول خاطر کیجے تری جفا کو | تا سب کہیں کہ راقم رحمت تری وفا کو

مژگاں سے دل بچے تو ابرو کرے ٹکڑے یہ بات کہہ کے میں نے جب دلکی داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہوئے خالی تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی
دیکھا میں رات جاکر احوال چشم راقم برسات کی اندھیری پتلی کی تھی سیاہی
کس کے گلو کا قطرۂ خوں ہے تہ زمیں جوں تکمہ اوگتے ہیں گل اورنگ اٹلک
بیچوں ہوں میں اس پاس یہ دل نیم نگہ کو اس پر بھی ستم ہے جو خریدار نہ ہووے
کہنے کو ہے یہ بات کہ مقدور ہی نہیں کام عاشقوں کا کچھ تجھے منظور ہی نہیں
کہتا ہے کون یہ کہ خوشی ہے جہاں کے بیچ اس بات کا تو یہاں کہیں مذکور ہی نہیں

مخمس من تصنیف راقم کہ غزل مرزا صاحب را تضمین کرد

مخمس

نشو ونمائے باغ جہاں سے رمیدہ ہوں شادابی ریاض سے دور آفریدہ ہوں
فکر غم خزاں سے بہت آرمیدہ ہوں نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں
میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں

یارب میری کٹے ہے عجب طرح صبح شام حیرت ہی میں گذرتی ہے میرے تئیں مدام
مطلب غم سے مجکو نہ کچھ خرمی سے کام گریاں بشکل شیشہ و خنداں بطرز جام
اس میکدے کے بیچ عبث آفریدہ ہوں

مجھ سے تو بیدماغ عبث آسیاں ہے تیں گو سو طرح کی حسرتیں اس دل کے بیچ ہیں
اظہار اوسکا مجھسے ہو کیا سنے اس کے ایں تو آپ سے زباں زد عالم ہے ورنہ میں
یک حرف آرزو سو بلب نارسیدہ ہوں

سنتا نہیں ہے درد رقیبیؔ کا بادشاہ قاضی سو محتسن دوست بتا کو ہے اس راہ

اور کوتوال شہر کی رشوت پہ ہے نگاہ	کوئی جو پوچھتا ہو یہ کس پر ہے دادخواہ
جوں گل ہزار جا سے گریباں دریدہ ہوں

آیا نہ تجھ کو رحم میرے حال پر کبھو	پونچھا نہ تونے آکے میری چشم سے لہو
دیویگا کیا جواب خدا کے تو روبرو	کرتا ہے جا کے گل کی تسلی چمن میں تو
خون جگر میں میں بھی تو دامن کشیدہ ہوں

بسمل صفت نہیں مجھے آرام ایک تل	ہے مرگ میرے دم سے نہایت ہی متصل
ملنا اگر ہے مجھ سے تو ظالم شتاب مل	غافل ہے کیوں ترا میری فرصت سے گوش دل
اے بےخبر میں نالۂ حلق بریدہ ہوں

پوچھے ہے تو کبھو کہ ترا رنگ کیوں ہے زرد	کہتا ہے گاہ یوں تو مجھے بھر کے آہ سرد
تو کون ہے جو ملتا ہے چہرے سے اپنی گرد	میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

مخلص

میرزا محمد حسین متخلص بمخلص متوطن شاہجہان آباد نبیرہ وزیر خاں مرحوم است کہ در عہد عالمگیر بادشاہ فوجدار بلدۂ سہرند بود ہر چند خانہ زاد موروثی است لیکن چوں ارکان سلطنت از احوال امثال چنیں مردم غافل واقع شدہ از بنابراں بنقدی قلیل در رسالہ گذر خدمت می نماید حق تعالی سلامتش دارد۔

سرخ چہرہ ہے نہیں خون کسی کا یارو	باندھیو باندھ میرے لال پہ بہتان کوئی

محمد محسن محسن تخلص جوانیست نوخاستہ خلف الرشید میاں حسن کہ خواہر زادہ خان آرزو است طبیعتش خیلے مناسب شعر افتاد اگر چندے مشق خواہد کرد بسیار بہ تبہ خواہد گفت۔

یوسف مصر بیچتا ہے کوئی — تجھ سے دلبر عزیز دلہا کو
حرف تیرے عقیق لب کا شوخ — زندہ کرتا ہے نام عیسیٰ کو
دور سے گئے وہ کوہکن و قیس کے جو تھے — میرے جنوں کا ابتو زمانے میں شور ہے
میرا رنگ رواں قدر زرد ہے — کہ یہاں زعفران ابھی گرد ہے
اگر شیخ دوزخ میں گرمی ہے زور — مرے پاس بھی یک دم سرد ہے
بہتوں کا عاشقی میں یہاں کال ہو گیا ہے — اے دل ابھی سے تیرا یہ حال ہو گیا ہے
ٹک راہ پر تو آؤ اب میر کو کہ محسن — مانند نقش پا کے پامال ہو گیا ہے
تعزیت دار حسرت دل ہے — یہ جو گریہ کا جامہ آبی ہے
دل پر آبلہ میرا محسن — رشک آئینہ حبابی ہے
اس کے کوچہ میں ہے کچھ نالۂ شب کا چرچا — دیکھو تو کوئی میاں میرا تو مذکور نہیں
طبع نازک کو مرے ہاتھ میں رکھو تو کہیں — قیس و فرہاد سا دہقانی و مزدور نہیں
ٹک ابرو ہلی عاشق الٹ بگئے — مجھے تلوار سے لے شوخ جس ہے
کیا جانے وہ شوخ کدھر ہے کدھر نہیں — مجکو تو تن بدن کے بھی اپنی خبر نہیں
اس شست پہ خطر کا یہ بانشہ ہوں جہاں — آدم کا ذکر کیا ہے ملک کا گذر نہیں
اے دیدۂ خانماں تو تو اپنا ڈبو چکا — اب روتا ہے کیا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا
محسن مرد ل نہیں تو بھلا جی کہ کیا کروں — ایک دل بساط میں تھا سو میں وہ بھی کھو چکا
دل میرا وابستۂ ہر تار زلف یار ہے — ہے تو دیوانہ پر اپنے کام میں ہشیار ہے
اور یہ عاجز تمہارا کچھ نہیں رکھتا مگر — جان بر لب آمدہ حاضر ہے گر درکار ہے
نہ پوچھ دختر رز کی تو مجھ سے کیفیت — لئے ہی جاتی ہے دل وہ چھنال آنکھوں میں

جاں بلب ہوں ہیں نکل جاوے نہ یہ جان کہیں ... دل میں حسرت ہی رہی جاتی ہے آمان کہیں
کب تلک نزع کی حالت میں رہوں میں اس بن ... ہو بھی اے مردوں دشوار تک آسان کہیں
جس دن تری گلی سے عزم سفر کیا ... ہر یک قدم پہ راہ میں پتھر جگر کیا

ضیاء

میر ضیاء بشاہد پرستی مشہور است ولیل و نہار باشاہدانِ روزگار محشور ظاہر حالش آراستہ تمکین و صلاح است تمکین کہ باطنش نیز بخیر و فلاح باشد

جنت کا مت دو مژدہ مجھ خاکمیں تیرے کو ... آرام وہاں بھی معلوم ایسے جلے بلے کو
جوں حنا اس جا نہ بھولے ہیں پھل لائے ہیں ہم ... جب مراد اپنی کو پہنچے ہیں تو چل جاتے ہیں ہم
مغاں میخوار سب یہاں سے دلوں کا کام لے اٹھے ... ہمیں ہیں نامراد ایسے کہ خالی جام اٹھے

قدرت

دانش آگاہ شاہ قدرت اللہ از نبائر شیخ عبد العزیز است کہ مزار شریف ایشاں پہلوئے چپ کو شک واقع است در عنفوان شباب چندے چرکئے گروہ بسوائے خدا پژوہی افتاد و باکثرت از مشائخ روزگار ور خور دار وا اچوں کارہا در گرد تقدیر است او را از صحبت متبرکہ ایں طائفہ کشادکارے دست نداد آخر حال بخدمت شاہ عشق اللہ کہ سر دفتر قلندراں زمانہ بود ملاقات کرد و بمقتضائے مناسب مزاج در اندک مدتے کار خود را باتمام رسانید بالجملہ او را حالتِ شگرف حاصل است کہ ہیچ گاہ افاقتِ ازاں متصور نیست باوضاع تستے میگذراند و یک طور مقید نیست بر احوال فقیر شفقت ہائے کند حق تعالیٰ سلامتش دارد۔

وہ دن آتا ہے کسی کو نہ کوئی یاد رہے ... نام مجنوں رہے نے شہرۂ فرہاد رہے
ہماری خاک پر کہتے یہ جبل بقرار آئی ... ارے کس قید سوتا ہے ذرا اٹھ بہار آئی

آوے کیونکے پاویں جہاں ڈھونڈھتے ہیں | کہ وہ بے نشاں ہم نشاں ڈھونڈھتے ہیں
تمنا کو ہے مژدۂ نا امیدی | کہ وہ کس جگہ ہم کہاں ڈھونڈھتے ہیں
اپنے سے ترک کرے یار ہو سکے یہ نہو سکے | ایسے مقام سے کنارا ہو سکے یہ نہو سکے
چشم جو عین وصل میں رہتی ہیں تشنۂ جمال | ہجر میں ان سے انتظار ہو سکے یہ نہو سکے
وعدۂ سلسبیل پر ہے مسیر تو آج واعظا | ترک شراب خوشگوار ہو سکے یہ نہو سکے
جاوے اے قدرت اس حکمتو ہی یہ ذلتیں اٹھا | اپنی تو آنکھ پھر دوچار ہو سکے یہ نہو سکے

میر ابوالحسن وحشت چندے غزال روحش بچراگاہ وجود مستانس گشتہ بصحرا عدم شتافت۔

میں تو شروع نزع سے کی تھی تجھے خبر | پہنچا تو اس گھڑی کہ مرا کام ہو چکا
گہہ گریۂ شب گاہ میں آہ سحری ہوں | جو کہئے سو ہوں پر گرد بے اثری ہوں
جس پاس میں جاتا ہوں سو منھ پھیرے ہے مجھ سے | گویا کہ میں گرد قدم رہ گذری ہوں
قاتل اگر کہے کہ سکتا ہی چھوڑ دو | خنجر تو ایک دم کے لئے منھ نہ موڑیو
شیشہ نہیں جو مول لیا دیں گے پھر اسے | پیارے یہ دل ہے اسکو سمجھ کے توڑیو
کرونگا اس دوانے دلکی میں تدبیر آنکھوں سے | لگی ہے بہنے موج اشک کی زنجیر آنکھوں سے
مثال عکس آئینہ نکل جاتا ہے جی میرا | جبھی ٹک دور ہوتے ہی تری تصویر آنکھوں سے
کہیں یہ جھوٹ دیکھا ہے تجھے جب میں بلاتا ہوں | صبر کا تو چلا جاوے مجھے کہتا ہے آتا ہوں
جس سے ہو آشنائی کا رشتہ نہ توڑیے | گھٹتی ہے اس میں توڑ کے کر پھر جوڑیے
نسترن ہے گل ہے سوسن ہے گل اورنگ ہے | اے بہار باغ بے رنگی یہ کیا کیا رنگ ہے
بید مجنوں کی طرح جتنی بڑہی گھٹتی ہے | شجر عمر کی بالیدگی معکوسی ہے

سلام

نجم الدین سلام محک سخن بود شعر را نیکو می فہمید ہمراہ لشکر نواب صفدر جنگ بہ پورپ رفتہ ودیعت حیات سپرد۔

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ | درازی رات کی بیمار سے پوچھ
بتا یو قسم ہے تہیں تیرے صبر کی | صلح میں بعد ذبح تحمل نہ کیجیو

لالہ کاشی ناتھ

لالہ کاشی ناتھ موطن قصبہ پٹیالہ پسر نونده رائے بیکار سیت از ناموزون تا موزون فرق میتواند کرد۔

مجھ دل کا اے طبیب سمجھ کر علاج کر | مدت سے ہے یہ عشق کا بیمار دیکھنا

جولاں

میاں رمضانی جولان تخلص مرد عزیزے است در شیوۂ کمانداری خود را از استادہ برشمرد گاہ گاہ بر سبیل ندرت یک دو مصرع ریختہ موزوں می کند۔

رہتے ہیں رات دن خفا تجھ بن | جیو سنگے ہم سے شخص کیا تجھ بن
نرم لڑکے کی بنی صورت کڑی | رانگ کی تلوار یہ کس نے گھڑی

عارف

محمد عارف رفوگر در فن خود ہستاد برنگ سوزن انگشت نماست از پیوند پیکان سر رشتہ سخن سرائے بدست وے افتاد

ہزاروں معنی باریک آویں دلیں اے عارف | اگر زلف سیہ کا پیچ منہ پر اس کے کھل جائے
دختر رز سے کہہ کہ اس سے ملے | ورنہ عارف افیم کھاتا ہے

بسمل

بسمل آہنگ سخن گوئی دارد اما از کم بضاعت در گرد عاجز بیانی است چیزے کہ در دل او نراند بر لب اظہار نمی تواند آورد۔

لہو پی رہ گیا بسمل وگرنہ | ملاتا اپنے تیں وہ خاک و خوں میں

شاغل خودرا شاگرد بسمل گوید اما شعرش از استاد بسیار بر تر است۔

جاتی نہیں ہے اس تری مکر زلف و رخ | شاغل کو روز شب ہے تیراز کر زلف و رخ

ہمرنگ ولاور خاں نام برادر حقیقی میاں یکرنگ است مزاج او پیرایہ سادگی دارد اکثر حرفہائے ناشمردہ برگذارند۔

خط مرا اس نگار نے نہ پڑھا | کیا لکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا
میں تو لکھا تھا اوسکو خط ہمرنگ | اس تغافل شعار نے نہ پڑھا

میاں محمدی بیدار از خوبان روزگار است فہمے تیز و تند دارد از چندے تغیر لباس کرد باستغنائے تمام بسر برد ازوست

صفا الماس و گوہر سے فزوں ہے تیرے دنداں کو | کیا تجھ لب نے ہمرنگ خجالت لعل و مرجاں کو

سیہی میر گھانسی از یاران میر محمد تقی است نخستے از اسلوب سخن طرازی آگاہ است

تو ہوا در باغ ہوا در زمزمہ کر نا بلبل | تیرے آواز سے جیتا ہوں نہ مرنا بلبل

عشاق جیون مل کھتری است عشاق تخلص میکند میر محمد تقی او را عشاق ذوالحجہ گویند چہ در عرف اہل ہند کہ عبارت از مردم اردو است عشاق زن چیتی بازرا گویند اکثر بگفتن شعر ریختہ و فارسی اشتغال دارد سلیقہ سخن سنجی از تخلص وے پیدا است۔

سر سبز خط سے دونا ہوا حسن یار کا | آخر خزاں نے کچھ نہ اوپاڑا بہار کا

رسوا آفتاب رائے نام جوہری پسر بود شوریدگی دماغ بمرتبہ اتم داشت اصلا مقید ملت نبود از ہر جا کہ چیزے بہم میرسد میخورد و اکثر سیاہی تا بہ بر چہرہ مالیدہ مست شراب در ڈولی نشستہ بکوچہ و بازار شہر می گردید خیل خیل مردم تماشا صورت عجیب وغریبش ملاحظہ نمودہ ہمراہ او میگشتند مدت چندماہ است کہ ہمیں احوال از جہاں رفت۔

قفس سے دو دن گئے ہم اور چمن میں جا بسے نہیں — اڑیں تو پر نہیں رکھتے چلیں تو پاے نہیں

آرام تو کہاں کہ تنگ ہو کے چپ ہوں — آنسو بہے نہیں ہے کہ بھلا رو کے چپ رہوں

وصل میں بیخود رہے اور ہجر میں بیتاب ہو — اس دوانے دل کو زہو اکس طرح سمجھائے

یار گلی میں گر پڑے ہیں مست ہو دیوار و در — ابر رحمت برستا ہے یا برستی ہے شراب

فرحت

شیخ فرحت اللہ فرحت از اولاد قاضی مظہر خلیفہ شاہ بدیع الدین مدار است دلش از دست حریفاں بہ ستم رسیدہ و سودائے مفرط در دماغ پیچیدہ است گاہ گاہ در مجلس مراختہ کہ اختراع ایں بروزن مشاعرہ است بنظر می آید و بسیار جوشش و دل گرمی می نماید۔

یار اٹھ گئے جہاں سے اغیار رہ گئے — خالی ہے اب چمن ستی گل خار رہ گئے

نہیں ہے قدر تری دو جہاں میں اے فرحت — کسو کے چشم سے جوں اشک تو گرا تو نہیں

آوے ہے صبا تجھ میں تو کچھ اور ہی بو آج — سچ کہہ تجھے سوگند ہے آتی ہے کدھر سے

تر اگناہ میاں ہم نے کیا کیا ہوگا — یہی مگر نہ دل اپنا تجھے دیا ہوگا

جو کچھ کہ ہم سے کسی نے کہا ہے جھوٹ کہا — میرا برا ہو اگر میں نے کچھ کہا ہوگا

میری لوح مزار اوپر لکھانا — کوئی دل کو کسی سے مت لگانا

میر ہادی در کمال سعادت پرستی و نیک نہادی از قدیمان عنایت اللہ خاں کشمیری است دریں ایام بتقریب وزیر الممالک نواب غازی الدین خاں پایۂ امتیاز دارد و اکثر در انجاح حاجات خلایق کوششہائے بلیغ بکار می برد ابیات دیوانش قریب ہفصد بیت از نظر گذشتہ بعد یک دو ورق شعر با مزہ می آید

صدقے ترے ہو کے مر گئے ہم — کرنا تھا جو کچھ سو کر گئے ہم

خنداں خنداں بھرا جدھر تو — گریاں گریاں ادھر گئے ہم
کہتے ہیں مسیح جس کے لب کو — ہادی اُسے دیکھ مر گئے ہم
نامے کو تو لے گیا ہے قاصد — دل دھڑکے ہے کیا جواب آوے

عاقل

عاقل رائے سنگھ نام مردے سپاہی پیشہ متوطن پنجاب از آشنایان قدیم مرزا صاحب است طبع موزوں دارد گاہ گاہ یک دو مصرع ریختہ فکر می کند۔

نہ بس اپنے سے کیا اُس کو رخصت عاقل — جب مرا بس نہ چلا تب میں خدا کو سونپا
سخت مشکل ہے میاں تیری کمر کا جھگڑا — دل ہوا آنکھوں سے اب ست گریباں میرا
جب وہ کرتا ہے اُن لبوں کا وصف — عاقل اس وقت لعل اگلتا ہے

عزلت

عزلت میر عبد الولی نام متوطن سورت مردے فاضل و عالم از بنائے حقیقت آگاہ شاہ عزیز اللہ سورتے است با وجود آبادی ظاہر بتعمیر باطن مشغول است در عہد سلطنت مرزا احمد بدار الخلافت تشریف داشت شاعر دوستے در مزاج او بمرتبہ بود بلکہ برائے مناسبت ایں طائفہ گاہ گاہ خود ہم دو سہ بیت موزوں می کرد

نہ پوچھو یہ بگولا ہے مرا ہم قول صحرا میں — یہ خاک حضرت مجنوں ہے ڈانواڈول صحرا میں
سدھارے گل کہاں کر کر یہ سونی گلستاں اپنے — گئیں ہیں بلبلیں کدھر جلا کر خانماں اپنے
جس جوش نگہ کو دیکھوں غفلت کی نیند لیوے — میں بخت خفتہ سب کا افسانہ ہو رہا ہوں
دل میں رندوں کے پھپھولا ہوا عمامہ شیخ — یارب اس بزم سے یہ زہر کا مکڑا جاوے
بجز رفاقت تنہائی آسرا نہ رہا — سوائے بیکسی اے وائے کوئی مرا نہ رہا
اوسکو پہنچی خبر کہ جیتا ہوں — کسی بدخواہ سے سنا ہوگا
نخل امید بیوفایوں سے — دل سلامت رہے تو پھل پایا

تجرد

میر عبداللہ تجرد شخصے است در دکھن بندہ از احوالش خبر ندارم زبانی میر عبدالولی کہ احوالش گذشت معلوم میشود کہ شاگرد وست

تجھ رو میں لطف ہے سو ملک کو خبر نہیں   خورشید کیا ہے اوسکے فلک کو خبر نہیں

میر میراں نیز شاعر دکھن است ایں دو شعر بنام او در بیاض میر عبدالولی مسطور نوشتہ یافتم دیگر احوالش معلوم نقیر نیست۔

آہ گر باغ میں وہ سرو خراماں گزرے   اشک قمری سے گلستاں میں طوفاں گزرے

بس کہ ہے آتش غم تیز درون میری   ناوک ناز ترا دل ستی سوزاں گزرے

نثار

میر عبدالرسول نثار از سر آغاز آگہے بقافیہ سنجی مشغول است پیش ازیں در دہلی بسپاہی پیشگی می گذراند دریں ایام بسابقہ آشنائے سادات انجا بطرف امروہہ رفت

ٹک دیکھ تو چمن کا کیسا ہے ڈھنگ تجھ بن   منہ سے اڑا ہے گل کے گلشن میں رنگ تجھ بن

واں گل رکھے پھرے ہے دستار پر تو اپنے   یہاں عاشقوں کے سر پہ پڑتے ہیں سنگ تجھ بن

ہر سمت صد تمنا تڑپے ہیں خاک و خوں میں   ہے صحن خانہ میرا میداں جنگ تجھ بن

اکثر ہیں دلفگار و لیکن نہ اسقدر   کتنے ہیں بیقرار و لیکن نہ اسقدر

سونپا ہے تو نے قتل مرا غیر کیتیں   ہوں تو گنہگار و لیکن نہ اسقدر

گھر بار جان و مال ہیں اس پر لٹا دیا   کرتے تو ہیں نثار و لیکن نہ اسقدر

ہاتھ سے اُن جا تو مو کی نکل جاویں بہ گئے ہم   یہ گریباں و دامن صحرا کو دکھلاویں گئے ہم

خواجہ اکرم

خواجہ اکرم مردے است نیکو سرشت اکثر رقعات بردہ میر جعفر بر طرازد و گاہ گاہ غزل ریختہ نیز فکر می کند چوں بر نوشتن ایں بیاض اورا وقوفے حاصل شد

یک قطعہ متضمن بر تاریخ کہ بعد ازیں مرقوم خواہد شد موزوں نمودہ مع دیگر ابیات پیش فقیر آورد از انجا کہ مادۂ تاریخ مناسب نام کتاب بود بنا علیہ ہماں اسم موسوم نمود۔

قائم رکھے ہمیشہ خدا تیرے نام کو | کرنے سے ذکر خیر کے ہے موجب نجات
تاریخ اس کتاب کی میں نے کی جب تلاش | پیر خرد نے مجھ سے کہا مخزن نکات

یکبار میرے دیر میں زاہد اگر آوے | میں جانوں جو مسجد کی طرف پھر نظر آوے
صبا کہہ شوخ کی باتیں تیرے پیغام کے صدقے | نہیں ہے کم لذت میں اس دشنام کے صدقے
فصل گل ہی کے سبب نہیں بلبلیں کرتی ہیں دھوم | ہر ورق پر گل کے اسکی ناز کی تحریر ہے
نالے میرے سے کوہ بھی ہوے تو گل سکے | پر آہنی دلی سے ترے کچھ نہ چل سکے

سلیمان نظر یافتہ میر عبدالحی تاباں است از بدو حال تا سر آغاز شباب بخدمت ادمی گذارند چوں آن مہ تاباں از نیرنگی سپہر زنگاری در پردۂ کسوف فنا متواری گردید ایں بابا چندے بتلاطم حوادث ساختہ آخر کار بکنارۂ تالاب فرید آباد اقامت گزید چودھری آنجا بر حقیقت حالش اطلاع یافتہ بسلوکے کہ شایاں خدمت باشد پیش آمد چنانچہ تا حال بلباس فقر ہماں جا نکاہ بسر می برد۔

تجھسے ظالم سے ملا دیکھ تو طراری دل | کچھ بھی دھڑکا نہ کیا بل بے جگرداری دل

مغل بیگ زار تخلص از یاران میر محمد تقی است با وجود کم بضاعت و نو مشقے طرز کلامش خالے از انداز نیست

مشہور تھے جو نالے میری گلی میں اس کے | کوئی اور بھی جو دیا سمجھا کہ زار ہو گا

میاں مائل محمدی نام اصلش دار الخلافت شاہجہاں آباد است با وصاف حمیدہ

واخلاق پسندیدہ اتصاف دارد اورا در سخن طرازی طرزے مخصوص است و از انجاکہ شعر خود از نظر شاہ قدرت اللہ خاں می گذارند بپرتو صحبت آں یگانۂ زمانہ آتش شوق بکاشانہ باطنش جلوہ افروز۔

اتنا میں مرکے دل سے ترے دور ہو گیا | اک دن بھی آکے تو نہ سر گور ہو گیا
مائل کرے گا کب تیں گالی کا اسکی ننگ | اس بے ادب کا اب تو یہ دستور ہو گیا
جلوہ کرنے در سے ہی میں تو اے جاناں نہ تھا | دیر بھی دیکھا تو تیرا خاص خلوت خانہ تھا
حال کہنے کی نہ دی گریہ نے فرصت رات کو | آج پھر کہوا اسے مائل وہ کیا افسانہ تھا
غلط کہے ہے اس کو معشوق زر سے ملتا ہے | کرے ہے کام محبت سو زر نہیں کرتا
بتوں سے مل کے گنوا تا ہے دین و دل مائل | یکا فر آہ خدا کا بھی ڈر نہیں کرتا
نالہ کو ہم نے ضبط کیا ناصحا تو کیا | منھ سے تو رنگ زرد چھپایا نہ جائیگا
اشک کی طرح گرا جب تو پھر اوٹھنا معلوم | میں وہ افتادہ نہیں ہوں کہ سنبھل جاؤنگا
کیوں نکالے ہے مجھے ہر گھڑی اپنے گھر سے | میرے رہنے سے تجھے کیا ہے خلل جاؤنگا
غیر کے پاس کھڑا تھا میں کہا جا یہاں سے | کہنے لاگا کہ تجھے کیا ہے بے چل جاؤنگا
تو تو مجھپر ایک دم غصہ ہو پھر سوتا رہا | شمع کی مانند ساری رات میں رتا رہا
ہے قسمت جو تجھ دید سے دور رہنا | تو بہتر ان آنکھوں سے ہے کور رہنا
اگر یاد میں اس کی گریاں نہو دیں | الٰہی ان آنکھوں میں ناسور رہنا
میاں تو اس آزار سے دور رہنا | ذرا اپنے بیمار سے دور رہنا
معلوم کچھ نہیں دل غمخوار کی خبر | کیا جانے کہ کیا ہے میرے یار کی خبر
بازاریوں نے گو تجھے کچھ کچھ کہا تو کیا | کب معتبر ہے کوچہ و بازار کی خبر

ہو جانہ رفتہ رفتہ تپ عشق کارگر | مائل تنا بے تو اس آزار کی خبر
کیا کیا کہوں میں تجھ سے دل زار کی ہوس | مشہور ہے جہان میں بیمار کی ہوس
ہونے دے قیمت آگے ہی اے دل یکا نجا | دیکھیں کہاں تلک ہے خریدار کی ہوس
عجب صحبت برار آ ہے ان دو نوکی آپسیں | جدا یکدم نہیں رہتے جہاں ہو گل وہاں بلبل
سب یار ہیں تمہارے اغیار ہیں تو ہم ہیں | آنکھوں میں یہاں سبھوں کے ایک خار ہیں تو ہم ہیں
چنگا بھلا ہے تو تو پیارے تیری بلا سے | آزار ہے تو ہم کو بیمار ہیں تو ہم ہیں
مائل سے یار وہ مرد مسلماں پہ یہ ستم | اللہ کا بھی اس بت کافر کو ڈر نہیں
پیا پے ساقیا دے مجکو بھر بھر جام گلشن میں | کہ دونا لطف رکھے ہے مے گلفام گلشن میں
مجھے آہ و فغاں ان ہمصفیروں کا خوش آتا ہے | وگرنہ مجھ سے دیوانہ کا ہے کیا کام گلشن میں
نالے ہیں شب کے فرض کیا میں اثر نہیں | اے آہ صبح تو بھی تو کچھ کارگر نہیں
کچھ تعجب نہیں گر مر گیا مائل تیرا | یار کیا لگتا ہے انسان کے مرجانیکو
کہتا نہ تھا میں باز آ ہر دم کی اس ہنسی سے | آخر گیا نہ ظالم ایک بیگناہ جی سے
ہے وہاں کثرت سی پروانوں کی فانوس میں | جہاں وہ شوخ شمع انجمن ہے
دل بجاں عشق میں کچھ لطف طرحداری ہے | تیری سر کی سوں میری جان بڑی خواری ہے
مار مجھے تو فکر نہ کر تو کہ یہ تو بات | مشہور ہے کہ مار کے پیچھے سنوار ہے

ممتاز

واجب الاعزاز حافظ فضل علی المتخلص بممتاز بہ بلند فطرتے موصوف و معاملہ دانی معروف است۔

رباعی

ممتاز کہ ہے تمام ایک عجز و نیاز | دلکش ہیں ملاقات کے اسکے انداز

تنہا نہ اسے فنِ سخن میں ہی دست | ہر فن میں بفضلِ تعالیٰ ہے ممتاز

ازانجا کہ خلاصۂ طبیعتش مائل فقر و قناعت است فقیر مولف نسبتے خاص دارد آلہی موافق استعداد از نعمتِ کونین نصیبہ اش باد۔

جستجو سے بخوشی ہاتھ اٹھایا ہم نے | ورنہ کس چیز کو ڈھونڈھا کہ نہ پایا ہم نے
عشق کے غم سے کوئی عیش مقدم کہ سمجھ | یہ عجب طرح کی شادی ہے اسے غم نہ سمجھ
جان تو حاضر ہے اگر چاہیے | دل تجھے دینے کو جگر چاہیے

آرام رائے پریم ناتھ نام خلف الرشید رائے کشن ناتھ از قوم کھتری است ظاہر حالش چوں طبیعت خویش موزوں و موزونے طبعش از خوبے ظاہر افزوں خطاط بے نظیر و کماندار عدیم المثال است والد شریفش در پیشکاری دیوان تن دارد چوں ایں عزیز را در دار سے معاملات بہ از خود دیدہ در حین حیات ملی عہد خویش گردانیدہ است غزل فارسی بکمال تازگی و پرکارے فکر کند و گاہ گاہ یک دو بیت ریختہ نیز سرانجام دہد۔

ان بونا سجن کا میٹھا لگے ہے جی کو | خاموشی ان لبوں کی گپ چپ ہی مٹھائی

آشنا لختے از سخن طرازی آشنا است بعضے اشعار از نتائج فکرش ہم رنگ وتہ دار برمی آید۔

جو کوئی چشم تر نہیں رکھتا | درد دل سے خبر نہیں رکھتا
کس طرح دل میں جا کروں اس کے | نالہ میرا اثر نہیں رکھتا
آشنا کے تو حال سے ظالم | اک ذرا بھی خبر نہیں رکھتا
کبھی تو مہرباں ہو ہم پر اے بت | کہ آخر ہم بھی ہیں بندے خدا کے

آرام رائے

نظیر

آشنا

جوں نگیں مجھ کو رکھ تو سینہ فگار — کہ ترا اس میں نام ہوتا ہے
عشق ہے خوب نہیں اتنی ہی جلدی اے دل — دیکھ تو لے تو گرفتار کہاں ہوتا ہے
آشنا حیف تری قدر نہ جانی ان نے — ورنہ تجھسا تو وفادار کہاں ہوتا ہے
نہیں معلوم کس کے غم میں ہے یہ بیقرار اپنا — نہ پایا اس دل بیتاب کا کچھ مدعا ہم نے
آشنا کیا بنے کہ آخر کو — تجھ سے خانہ خراب کی صورت
عالم میں ہے جو کوئی نالاں ہی تجھ ستم سے — ہاتھوں سے تیرے شکوا ظالم کہاں کریں ہم

میر یادگار علی سید تخلص جوانے است سپاہی پیشہ از سادات قصبہ بہادر پور کہ مشہور ضلع میوات است طبع موزوں دارد اکثر غزل ریختہ فکر کند از بسکہ متصل فقیر خانہ باشد ہمیشہ اتفاق ملاقات میشود خدایش زندہ دارد۔

خدا کے واسطے صیاد تہ کر اب تو دام اپنا — کہ گلشن سے لیا ہے تو نے خاطر خواہ کام اپنا
شورشیں باقی ہیں دل میں تسپہ آتی ہے بہار — دیکھیے کیا کیا شگوفے اب کے لاتی ہے بہار
کیا اب امید کریں وصل کی ہم مرتے ہیں — عمر تو کٹ گئی دکھ ہجر کے بھرتے بھرتے
کیا کہوں اپنی میں منحوسی طالع سے کہ جغد — آتا ہے مرے ویرانہ پہ ڈرتے ڈرتے
میاں سرمایہ اپنی مفلسی کا — یہی اک دل تھا سو تیری نذر ہے

نور بصر میاں غلام حیدر خلف رشید حضرتم مرزا صاحب است طبع سلیم و فہم درست دارد اگر دنبال انداز گوئی والا ہمتے گیرد باندک ربطے اصلاح پذیرد۔

عالم از بسکہ تری شوخی و بیداد سے ہے — جو کوئی ہے سو ترے ہاتھ سے فریادی ہے
پوچھتا کیا ہے خبر مجھ سے تو جانی اپنے — سب ہے اجڑ ترے کوچہ میں اک آبادی ہے

لالہ خوشوقت رائے شاد آب مولد او قصبہ چاند پور است ہیولائے استعدادش

قبول تربیت بآسانی کند از نثر نویسی نصیبہ وافی اندوختہ با قران و امثال خود
باعزاز و امتیاز بسر می برد ازنجا کہ بسیار مؤدب و مہذب است جائے او۔ در خلوت
سرائے دلہا خالی است گاہ گاہ بایمائے فقیر بگفتن ریختہ میگراید از وست۔

دیکھ اس کے رخ پہ زلف سیہ فام کے تئیں | کیا زیب دے ہے کفر نے اسلام کے تئیں
بس ہو چکی شفا دل آزار کے تئیں | اے کاش موت ہو ترے بیمار کے تئیں
کہتا ہیں نہ شیخ کہ پڑھ قبلہ رو نماز | گر دیکھتا اس ابروے خمدار کے تئیں
جب تلک ہو کام مژگاں سے تو ابرو پہ چڑھا | تیر کے ہوتے بھی کھینچے ہے کوئی تلوار کو

دفا

مقبول خاطر ارباب صفا لالہ نول رائے متخلص بوفا جوانیست نوخاستہ بجمیع
صفات آراستہ و پیراستہ جدت ذہن وجودت فہم اصابت رائے و لطافت
مزاج بمرتبۂ اتم دارد ہمین برادر زادہ گلاب رائے دیوان بدار المہام امیر الامرا
نواب نجیب الدولہ بہادر است واین عزیز بہ تحصیل بعضے پرگنات آن روئے
گنگ نیز اشتغال دارد و طلب بر کمال دامنگیر حال اوست گاہ گاہ دو سہ
مصرع ریختہ نشستگی و رفتگی سرانجام دہد۔

عارض پہ تمہارے یہ پسینا | ہیرے کا ہے لعل پر نگینا
اس غم میں بھی اگر رہا سلامت | پتھر سے بھی سخت ہے یہ سینہ
کہتے ہے کل سے دل احوال اپنا | پڑا ہے یہاں ہمیں جنجال اپنا
خجل ہوں ابر طوفاں بار کتنے | نچوڑوں ٹک اگر رومال اپنا
ہووے گا دل سے محو غم یار کب تلک | کیوں ہمنشیں یہ جاویگا آزار کب تلک
کہنے لگا وہ سن کے مرا نالہ و فغاں | یارب جیا کرے گا یہ بیمار کب تلک

شعلہ در ہم باؤ سے ہوتا نہیں اے اہل بزم   شمع سر دھنتی ہے گر کر یاد پروانے کے میں

شیخ کچھ فرق ہے تیرے ہی نظر آنے میں   ورنہ ہے ایک ہی کعبہ و بت خانے میں

کیوں تو کرتا ہے گور سے نفرت   آخر ایک دن وہی ٹھکانا ہے

کس گل تازہ نے اس باغ میں کی جلوہ گری   ہم زر داغ سے جسکے نہ خریدار ہوے

پوچھو ہو کیا کہ حال ترا کس طرح سے ہے   کیا جانتے نہیں ہو میاں جسطرح سے ہے

کل دل کو لیا، مکر گئے آج   بس آپ کا اعتبار دیکھا

ہے جلوہ گر وہ ہم میں پر آلودگی سے دور   جسطرح عکس آب میں ہو ماہتاب کا

ہوتے تو دل ہسچ میں گرفتار ہو گیا   اب چھوٹنا پہ زلف سے دشوار ہو گیا

سمجھے صفائی شست تیری چشم کا وہی   جس کے جگر سے تیر نگہ پار ہو گیا

دینا تو دل نہ آپ کو مقصود تھا ولیک   جب مل گئی یہ آنکھ میں ناچار ہو گیا

ایسے مزاج بھی کہیں دیکھیں ہیں باوفا   کیا بات تھی جو رات وہ بیزار ہو گیا

ہر دم سر وجود دل اوسکے گرم فغاں   شغل تھوڑا ابھی بھلا ہوے ہے بیگار سی ہے

کوچہ عشق کی ہے راہ خطرناک فنا   جو قدم یہاں تو رکھے یار تو ہشیاری سے

کچھ خیریت ہے نہیں نظر آتی مجھے کہ آج   لگتے ہیں اوس کے کان سے اغیار دمبدم

اپنی ہی چشم کیتی تاب نظر نہیں   ورنہ وہ آفتاب کہاں جلوہ گر نہیں

حسن عمل پہ اپنے نہ بھول اسقدر کہ شیخ   وہاں کے معاملے سے کسی کو خبر نہیں

الفت دل کیا زیادہ ہم سے ہے اغیار کے   یہ سچ ہے لیکن نرالی ہی کچھ اپنے یار کی

جوں اشک نہ پھر اوٹھا زمین سے   یارب میں گرا ہوں کس نظر سے

آنے کا میرے وہ سن کے چرچا   نکلا نہ تمام روز گھر سے

آیا کبھی نہ ہوش میں اپنی تمام عمر — بیماری وفا بھی رونے سے مستانہ ہو گیا

عشق میں امتیاز رتبہ نہیں — خاکپائے ایاز ہے محمود

بت سے لیتے ہیں کار حضرت حق — شیخ ٹک دیکھ اعتقاد ہنوز

دل کو کہیں ہے جی میں گرفتار کیجئے — یعنے کسی صنم کتیں پیار کیجئے

گر مانگتا ہے جی کتیں دیجئے وفا — کیا چیز ہے کہ دوست سے انکار کیجئے

حباب آسا نہ بھول ہستی پر اپنی — کہ غافل کیا بھروسا ہے نفس کا

دگھ نہ دے اسقدر وفا کتیں — عاقبت وہ بھی جان رکھتا ہے

اپنی غرض کو ہم تو بھی کچھ سہیں گے لیک — ہوتی ہے گالیوں سے تمہاری زبان خراب

بسکہ اپنے انقلاب بخت سے ڈرتے ہیں ہم — بستر گل پر بھی لرزاں ہی قدم دھرتے ہیں ہم

کل کا وعدہ اگر کیا بھی اون نے اے محرم تو کیا — یہاں تو بیتابی سے دل کی آج ہی مرتے ہیں ہم

ایک راہ کوئے زلف سو سربستہ اے وفا — ہم آہ کس طرف کتیں لیں سراغ دل

نوبت غم فراق میں پہنچی ہے جاں تلک — ظالم شکیب و صبر پھر آخر کہاں تلک

اُس کو منظور یہاں سے جانا تھا — گریہ میرا فقط بہانہ تھا

دل نہ کرنا تھا اس طرح سے خراب — عاقبت وہ ترا ٹھکانہ تھا

پھول بہتے لب دریا جو نہ دیکھے ہوں تو آ — ساتھ آنسو کے ہیں یہاں قطرۂ خوں ناب رواں

کشت اپنی نہ ہوئے سبز فلک سے گلہ ہے — ہے وفا آٹھ پہر کوچہ دولاب رواں

عدم کے جانے سے کیا حیف ہے عزیزاں گے — کہ کوچ اُدھر ہی کو ہے صبح و شام اپنا بھی

بیچے ہے یک نگاہ پہ دل کتیں وفا — لینا ہو گر تمہیں تو کچھ اتنا گراں نہیں

حال دل کیوں کے کہوں اُس سے وفا خلوت میں — جی دھڑکتا ہے کہ کوئی پس دیوار نہ ہو

راضی وہ ہو کے رات سحر میں بچل گیا | عنقا پھنسا تھا دام میں لیکن نکل گیا
اتنا نہ تنگ ہو میرے رہنے سے یہاں کہیں | یہ ہی۔ شوخ گر نہ گیا آج کل گیا
ہے کشوں نے مے میں پایا نبگیوں نے بنگ میں | مل رہا ہے وہ طرح پانی کے ہر یک رنگ میں
ایکدم تدبیر رفتن کی نہ ہم ایواے جہل | عمر صد سالہ گنوائے فکر نام و ننگ میں
شعلہ زن ہے ہمیشہ داغ اپنا | بجھ نہیں جانتا چراغ اپنا
یہاں تک از خویش رفتہ ہوں کہ مدام | آپ کرتا ہوں میں سراغ اپنا
ساتھ تجھسے کی اگر مہر و وفا کی ہم نے | عفو کر عفو کر اے شوخ خطا کی ہم نے
عقدہ پر عقدہ کئے چرخ نے مضبوط اگر | اک گرہ رشتہ مقصود سے وا کی ہم نے
ڈر ہے اسوقت کا ظالم کہ الہول منہ سے | جس گھڑی رو بفلک ہو کے دعا کی ہم نے
دردنے دلکی سر موے تفاوت نکیا | اپنے سے کتنے ہی دار و دوا کی ہم نے
نہ کشتی پار ہی بہ گرگئی اپنی نہ وار آئی | ہوے ہم غرق دریا اس گھڑی جب عین دھار آئی

سنو کہ اب بیتاب کم دماغ و خلوت دوست است رنگ سخن و ربط کلام نیکو فہمد شعرش روز بروز در ترقی است انشاء اللہ تعالیٰ بزعم ناتواں بینی روزگار دراندک مدتے بہار فکرش رنگے دیگر پیدا خواہد کرد با فقیر قدم دوستی دارد او تعالیٰ بر عمرش بیفزاید۔

نہ ہے باغ جہاں میں کبھو آرام سے ہم | پھنس گئے قید قفس میں جو چھٹے دام سے ہم
اپنے مذہب میں ہو ایک شرط طریق اخلاص | کچھ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے ہم
گو کہ تجھ لطف کے قابل دل رنجور نہیں | پر تیری بندہ نوازی سے یہ کچھ دور نہیں
قصر شہ دیکھا میں اور کلبۂ درویش بھی یہاں | بہر آرام کوئی خانہ بہ از گور نہیں

محبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیا اے ہمنشیں راہیں
کہ خوباں یوں نہیں دیکھ دیں ہم انکو اس طرح چاہیں

ادھر نالا کیا اُدھر وہ مضطر ہو چلا آیا
عجب کچھ وہ جن روزوں میں نکلتی تھیں اثر آہیں

کرکے کنارہ کش نفس کے دل کا روشن آئینہ
صیقل کے فیض سے ہوتا ہے آہن آئینہ

اہل دل تزئین ظاہر کے نہیں طالب کبھی
خانۂ چوبی میں نت رکھتا ہے سکّ آئینہ

آہ دی سینے میں آتش کو نسیم بید رونے
دل سے لیکر منہ تلک اٹھا ہوا ایک دود ہے

لگے ہی مقبول کو بیتاب یہاں ہر جا قبول
وائے اس پر جو کہ اس درگاہ کا مردود ہے

سبزے پاس کے خط کے نہ مارا گیا ہے ایک
اس گلزمیں میں کھیت ہزار دل جواں رہا ہے

جی میں ہے اُسکی بات میں اب پھر نہ بولیے
لیکن کسی طرح جو یہ کافر زباں رہے

مدت سے انتظار میں اپنی کٹی ہے یہاں
ابتک جو ہم نہ آئے آہی کہاں رہے

یوں رہے ہے شام غم کا اسل مخزوں کی چاہ
جسطرح کٹتی ہیں گھڑیاں اہل صوم افطار کی

خانۂ مسجد بنا کرنے سے کیا حاصل تھا شیخ
کاش اس جاگہ دکاں ہوتی کسی خمار کی

میں اور اقبال عشق ہو کا اوسکے یہ کیا ممکن تھا لیک
عقل نہیں رہتی جب آتی ہے گھڑی ادبار کی

میں تو اے بیتاب توبہ کی نہیں تیرے سے
گوکہ نادانی سے اپنی میں نے استغفار کی

محبت ابتلک رکھتی ہے یہ تاثیر مجنوں کی
کہ بن لیلیٰ نہیں کھنچتی کہیں تصویر مجنوں کی

نہ ہو یارب جدا سر سے مرے اس زلف کا سایہ
ہے معمول نیچے بید کے تصویر مجنوں کی

کسی لیلیٰ منش کو تو نہ اب بیتاب دل دیجو
کہ دیوانے نصیحت ہے یہ اپنے پیر مجنوں کی

میں گرا افتادگان کوئے نومیدی سے ہوں لیکن
توقع ہے تو ہی تیرے کرم کی دستگیری ہے

عشق میں لگ ہے عسل کے نیش ہے
نت نیا یہاں ماجرا درپیش ہے

شب یہ مجھے رہنے دے کیونکر اپنے پاس
گو ہے وہ لڑکا یہ دور اندیش ہے

جب سے ناف تک یہ زاہدا ریش ہے یار نکرو کیش ہے
خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے نصیب میں کسی کافر کے یہ بلا نہ کرے

رباعی

یہاں آکے ہم اپنے مدعا کو بھولے ہل مل غیروں سے آشنا کو بھولے
دنیا کی تلاش میں گنوائے سب عمر اس مس کی طلب میں کیمیا کو بھولے

آلودہ انواع جرائم فقیر مولف قیام الدین، قائم ہر چند از باشندگان قصبۂ چاندپور است اما از بدو شعور تا ایں حال بتوسل نوکری بادشاہے بدار الخلافت شاہجہان آباد گذرانندہ و لیل و نہار بمقتضائے مناسبت بصحبتِ سخن سنجان عالی مقدار بسر بردہ دریں ایام کہ رشتہ سلک انتظام مردم بادشاہے بصدمۂ انقلاب سلطنت از ہم گسیخت و ہریکے چوں لآلئ آبدار بر خاک مذلت افتادہ رو بہر سو نہاد چار و ناچار بلکہ بے اختیار ارادہ سفر برائے اقامت غالب آمد فرصت را غنیمت انگاشتہ مصمم ساخت کہ لختے از روزنامچہ اعمال و برخے از جریدۂ احوال ہر کدام بقید قلم در آوردہ در حالتِ جدائی انیس تنہائی سازد بالجملہ بعد جد بسیار و کد بیشمار ترقیم ابیات و تصحیح حالات سخنوراں متقدم و حال میسر گردید و ایں طے لسان ہزار پیوند دیں ابیات مجموعے بنظرِ ارباب بصر جلوہ گری بخشد او سبحانہ تعالی ایں مصاحب صد زباں را بدست آرزومندے ہر جنس سخن اندازد و از چشم بد نافہم مصئون داشتہ بحفظ حمایت خویش محفوظ دارد۔

یارب ایں آرزوے من چہ خوش است تو بدیں آرزو مرا برساں

سیحواستم کہ باوجود اشعار اعزہ با استکتاب خویش نہ پردازم و دل ہوس بیار

را از یں اندیشہ فضول خالی سازم چہ نور نجوم در برابر ماہ تاباں معدوم است وجلوہ ذرہ بحضور خورشید رخشاں معلوم اما بحکم کلیہ استاد کہ گفتہ است۔

بدریائے لو لو صدف نیز ہست | درختے بلند است در باغ و پست

جبار سے بکار رفت تقایم۔

دل پاکے اس کے زلف میں آرام رہ گیا | درویش جس جگہ کہ ہوئی شام رہ گیا
جھگڑے میں ہم مبادی کے یہاں پھنسے آہ | مقصود تھا جو لپنے تیں کام رہ گیا
قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند | کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا
نے تجھ پہ وہ بہار ہے اور نے یہاں وہ دل | کہنے کو نیک و بد کے ایک الزام رہ گیا
اے ابر اپنے گریہ میں جس وقت جوش تھا | جو قطرہ اشک تھا سو طوفاں بدوش تھا
کسکی نگاہ گرم تھی گلشن پر اے نسیم | شبنم سے برگ گل لب تبخالہ جوش تھا
کیونکر کہوں کہ ست کیا کسنے میرا دل | تھا ایک چراغ گور سو وہ بھی خموش تھا
پھیر کے جو شوخ نظر کر گیا | تیر سا کچھ دل سے گذر کر گیا
خاک کا سا ڈھیر سر رہ ہو نمیں | قافلہ عمر سفر کر گیا
خون شرر کا غذ آتش زدہ | شام غم اپنی میں سحر کر گیا
جلوہ کس جا پہ نہیں اس بت ہرجائیکا | یہ پریشاں نظری جرم ہے بینائی کا
چھوڑ تنہا مجھے یارب انہیں کیونکر گذری | غم جنہیں آٹھ پہر تھا مری تنہائی کا
عار ہے ننگ کو مجھ نام سے سبحان اللہ | کام پہنچا ہے کہاں تک مری رسوائی کا
ٹکڑے کب غم نے یہ جگر نہ کیا | نہ کیا نالہ ہم نے پر نہ کیا

دل سے طوفانِ گریہ اُمڈے ہزار ۔۔۔ ہم نے پر یک مژہ کو تر نہ کیا

پائے دیوار دوست یک شت ۔۔۔ ہم نے کاٹے پہ نالہ سر نہ کیا

پیچ گرداب کی طرح ہم نے ۔۔۔ گھر سے باہر کبھو سفر نہ کیا

کار دنیا پڑا سپہر کے ہاتھ ۔۔۔ جب کہ ہم نے یہ درد سر نہ کیا

دل نہ دنیا ہی خوب تھا پر حیف ۔۔۔ ہم نے یہ شوخ پیشتر نہ کیا

بارہا دل گیا اسی رہ سے ۔۔۔ پر تقید میں چشم تر نہ کیا

دوس کیا دیجیے چور کو قائم ۔۔۔ بند گھر کا میں آپ در نہ کیا

ڈھہ جو کعبہ کونسی یہ جائے غم ہے شیخ ۔۔۔ کچھ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا

ہے آپ سے بھی توقع غلط کہ ناخن فلک ۔۔۔ کبھی نہ کھینچتے دیکھا میں خار ماہی کا

کہاں ہیں دیدہ گریاں کہ اب بقید عمر ۔۔۔ کریں علاج ہم اس اپنی رو سیاہی کا

فلک جو دے تو خدائی کو لے ہے اب قائم ۔۔۔ وہ دن گئے کہ ارادہ تھا بادشاہی کا

میں نہ وہ ہوں کہ تنک غصے میں ٹل جاؤنگا ۔۔۔ ہنس کے تم بات کرو گے میں سنبھل جاؤنگا

ہم نشیں کیجیو تقریب تو شب باشی کی ۔۔۔ آج گر نشأہ کا حیلہ میں مچل جاؤنگا

دل میرے ضعف پہ کیا رحم تو کہتا کہ نہیں ۔۔۔ جان سے اب کے بچا ہوں تو سنبھل جاؤنگا

سیر اُس کوچے کی کرتا ہوں کہ جبریل جہاں ۔۔۔ جا کے بولا کہ بس اب آگے میں جل جاؤنگا

آپ جو کوچے سے تیرے جائیگا ۔۔۔ کچھ سمجھ کر ہی پھیر آئے گا

دل کہاں تک اٹھائے جور ترے ۔۔۔ تجھ سے اب دل ہی کو اٹھائے گا

خس نمط ساتھ موج کے لگ لے ۔۔۔ بہتے بہتے کہیں تو جائے گا

تمت بالخیر